الکھنؤ

تعمیرِ حیات

ہندکو اردو

شعبۂ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۲۰ | ۲۵ اپریل ۱۹۸۳ء — ۱۱ رجب المرجب ۱۴۰۳ھ | شمارہ نمبر ۱۲

زرِ تعاون!

اندرونِ ملک: ——— بیس روپے

فی پرچہ: ——— ایک روپیہ

بیرونِ ملک بحری ڈاک جہاز ڈاک: ——— ۵ پونڈ

ہوائی ڈاک

ایشیائی ممالک: ——— ۶ پونڈ

افریقی ممالک: ——— ۸ پونڈ

یورپ و امریکہ: ——— ۱۰ پونڈ

اداریہ:

اخلاص، مجاہدہ اور عزم

شخصیت سازی کا اہم عنصر

انسان اپنی ذات سے خاک کا پتلا ہے، وہ بذاتِ خود کسی کمال کا مالک نہیں ہے، اپنی فطرت کے لحاظ سے وہ عاجز ہے، بےعلم ہے، بےکمال ہے، بلکہ بےصفت ہے، بےحیثیت ہے، کوئی اس کی قدر و قیمت نہیں اس کے اندر جو کچھ کرنے کی طاقت اور عمل کی توفیق پیدا ہوتی ہے اور اُس سے ان کمالات کا اظہار ہوتا ہے جن کی وسعتوں، گہرائیوں اور بلندیوں کی پیمائش کوئی بڑے سے بڑا انسانی ذہن نہیں کرسکتا اور کسی بڑے سے بڑے شاعر کا تخیل بھی وہاں تک پہنچ نہیں سکتا، وہ سب کچھ درحقیقت نتیجہ ہے ارادۂ الٰہی اور امرِ الٰہی کا اور یہی حقیقت ہے جو اس آیت میں بیان کی گئی يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وہ چاہے تو بےجان خاکی پتلوں میں جان ڈال دے اور جان ہی نہ ڈال دے بلکہ مسیحائی کا کام لے۔

ع
جو نہ تھے خود راہ پر غیروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کردیا

یہ جب نبی کا کارنامہ ہے تو خدا کی قدرت کا کیا پوچھنا ہے حقیقت یہ ہے کہ سب تعریف خدا کی ہے الحمد للہ رب العٰلمین وہ جس سے چاہے کام لے اور جب چاہے کام لے اور پھر جتنا چاہے کام لے، یہ سب چیزیں اور سارے حدود و قیود اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔

حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کے رفقاء اور تربیت یافتہ حضرات جن میں سے حضرت مولانا سید جعفر علی صاحب بستویؒ کا نام یہاں پر زیادہ موزوں اور برمحل ہے ان حضرات کی ساری خدمات اور دینی و دعوتی جد و جہد درحقیقت امرِ الٰہی اور ارادۂ الٰہی کا کرشمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں سے کام لیا اور انھوں نے دین کے احیاء کا عظیم الشان فرض انجام دیا، دلوں کو زندہ کردیا، آنکھوں کو روشن کردیا، روحوں کو بیتاب بنادیا اور جہالت کے بادل چھٹ گئے، علم کے دریا بہہ گئے، جگہ جگہ اور چپہ چپہ پر مدرسے قائم ہوئے اور گھروں کی فضائیں اور بستیاں اللہ تعالیٰ کے نام اور اس کے ذکر سے معمور ہوگئیں یہ سب اللہ تعالیٰ کے ارادہ "کن فیکون" کا کرشمہ ہے وہ جس سے چاہے کام لے، بڑے بڑے بزرگوں کے نام لینے سے بعض اوقات ایک قدرتی اثر کے طور پر یا ردِ عمل کے طور پر یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ لوگوں کو کچھ مایوسی سی ہوتی ہے کہ اب نہ ایسے بزرگ پیدا ہوں گے نہ ایسی ہستیاں آئیں گی اور نہ یہ کام ہوگا، بلندپایہ شخصیات کا تذکرہ پڑھ کر مایوسی کا شکار ہونا قانونِ قدرت سے ناواقفیت کی بات ہے، اس کے برخلاف اس سے ہم کو حوصلہ مندی کا ایک پیام ملتا ہے اور کچھ کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ جب سب کچھ ارادۂ الٰہی پر موقوف ہے، تو پھر مایوسی کی کیا بات ہے، اس کی بےشک کچھ شرطیں ہیں، پہلی شرط تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے، اس کے بعد یہ ہے کہ،

دیتے ہیں بادہ ظرفِ قدح خوار دیکھ کر

اس کے لئے کچھ اخلاص کی ضرورت ہے اور تھوڑے سے مجاہدے اور ایثار کی ضرورت ہے اور عزم قوی کی ضرورت ہے تو اگر یہ صفات پیدا ہوں اور ادھر سے ارادۂ الٰہی ہوگا اور کنکشن مل جائے گا تو کامیابی یقینی ہے ان مخلصین کے ذریعہ حالات اور ماحول میں بڑے سے بڑا انقلاب برپا ہوسکتا ہے جب حقیر سا تخم اچھی زمین میں پڑجاتا ہے تو گل و گلزار اور ہری بھری کھیتیاں وجود میں آجاتی ہیں حالانکہ اس تخم کی کیا حقیقت ہے؟ اگر آپ اس کو ہتھیلی پر رکھ کر اڑا دیں تو وہ اُڑ جائے اور یہ مٹی جس کے اندر نہ حلاوت ہے اور نہ طاقت ہے اور حیات بخشی تو بڑی چیز ہے اس کے اندر سرے سے حیات ہی نہیں ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ زمین مردہ تھی ہم نے پانی کا ایک چھینٹا اس پر ڈال دیا تو اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وہ جھوم اٹھی، تو جب ایک تخم کے ایک صحیح زمین پر ڈالنے سے یہ کھیتی پیدا ہوسکتی ہے جو ہم اور آپ دیکھ رہے ہیں، تو پھر قلبِ انسانی میں اگر صرف اتنی صفت پیدا ہوجائے کہ خدا کی نعمتوں کی ناقدری نہ کرے اور خدا کی نعمت کو قبول کرنے کی استعداد پیدا ہوجائے تو پھر وہ کیا کچھ نہیں دکھا سکتا ہے اور کیسے کیسے عجائبات اس سے ظہور میں نہیں آسکتے ہیں۔

بزرگوں کے نام لینے سے ایک فوری اثر تو یہ پڑتا ہے کہ آدمی کہتا ہے کہ بس اب تو آدمی کو ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانا چاہئے اور مایوس ہوجانا چاہئے کہ اب نہ ایسے لوگ پیدا ہوں گے اور نہ ان کے بنانے والے اور نہ ان کی تربیت کرنے والے، اب کہاں شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور شاہ عبدالقادر صاحبؒ ہوں گے کہ حضرت

←

اس دائرہ میں اگر سُرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہوچکا ہے لہٰذا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا خادم، ندوۃ العلماء کا ترجمان، آپکی خدمت میں پہنچتا رہے تو اس کا سالانہ چندہ مبلغ بیس روپے ارسال فرمائیے۔ اگر اگلے شمارہ کی روانگی سے پہلے آپ کا چندہ یا خط موصول نہ ہوا تو یہ سمجھ کر کہ آپ کو وی۔ پی ہی سے چندہ ادا کرنے میں سہولت ہے۔ اگلا پرچہ مع وی۔ پی خرچ Rs.24/25 کے مطالبہ میں وی۔ پی سے روانہ ہوگا۔ چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا نمبر خریداری لکھنا نہ بھولیں۔

شیخ محمد محمود الصواف

جب حشر و نشر کا صُور پھونکا جائے گا

عربی سے ترجمہ ——— شمس الحق ندوی

حافظ ابویعلیٰ موصلی اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں کہ ہم سے عمرو بن ضحاک بن مجالد نے بیان کیا، وہ روایت کرتے ہیں ابوعاصم ضحاک بن مجالد سے اور وہ روایت کرتے ہیں ابورافع اسماعیل بن رافع سے اور وہ روایت کرتے ہیں محمد بن زیاد سے اور وہ روایت کرتے ہیں محمد بن کعب قرظی سے اور انھوں نے ایک انصاری شخص سے اور انھوں نے حضرت ابوہریرہؓ کے حوالہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب زمین و آسمان بناکر فارغ ہوا تو صور پیدا کیا اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کو دیا وہ صور کو منہ سے لگائے برابر عرش کی طرف نگاہ جمائے ہوئے ہیں کہ کب صور پھونکنے کا حکم ملتا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اللہ کے رسولؐ صور کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، نرسنگا۔ حضرت ابوہریرہؓ نے عرض کیا وہ کیسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا، بہت بڑا۔ پھر آپؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے مجھے مبعوث فرمایا اس کے ایک دائرہ کی وسعت زمین و آسمان کی وسعت سے زیادہ ہوگی۔ اسرافیلؑ تین مرتبہ صور پھونکیں گے۔ پہلا صور ہول و گھبراہٹ کا ہوگا، دوسرا بدحواسی و بےہوشی کا، تیسرا خدا کے سامنے حاضری کا۔

جب اللہ تعالیٰ اسرافیلؑ کو پہلا صور پھونکنے کا حکم دے گا کہ ہول و گھبراہٹ کا صور پھونکو تو اس وقت زمین و آسمان کے لوگ بدحواس ہوجائیں گے سوائے ان لوگوں کے جن کو اللہ تعالیٰ اس ہول سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسرافیلؑ دیر تک صور پھونکتے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وما ينظر هٰؤلاء الا صيحة واحدة ما لها من فواق" (ص ۳۸)

(اور یہ لوگ تو صرف ایک زور کی آواز جس میں (شروع ہو پیچھے) کچھ وقفہ نہیں ہوگا انتظار کرتے ہیں)۔

(عجیب عالم ہوگا) پہاڑ بادلوں کی طرح چلیں گے، ریت کی مانند ہوجائیں گے، زمین مع اپنے مکینوں کے زوروں سے ہلنے لگے گی، بالکل ایسا عالم ہوگا جیسے کشتی جب سمندر کی موجوں میں پڑجاتی ہے وہ اپنے سواروں کے ساتھ اس طرح ہلتی ہے جیسے عرش میں لٹکی ہوئی لالٹین اسی کیفیت کو اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں،

"يوم ترجف الراجفة تتبعها الرادفة قلوب يومئذ واجفة" (نازعات ۔ ۶)

جس دن زمین کو بھونچال آئے گا پھر اس کے پیچھے اور آئے گا، اس دن (لوگوں) کے دل خائف ہورہے ہوں گے، زمین مع اپنے مکینوں کے ہلے گی اور ایسا ہولناک منظر ہوگا کہ دودھ پلانے والیوں کو اپنے شیرخوار بچوں کا ہوش نہ رہے گا، حاملہ عورتوں کے حمل گرجائیں گے، اس ہیبتناک منظر سے بچے بوڑھے ہوجائیں گے، لوگ بےتحاشا بھاگیں گے مگر ہر چہار طرف فرشتوں کا پہرہ ہوگا وہ ان کے چہروں پر ماریں گے تو لوٹ آئیں گے، پھر بھاگیں گے عجیب نفسی نفسی کا عالم ہوگا ایک دوسرے کو پکاریں گے مگر اللہ کی پکڑ سے ان کو کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔ وہ اسی بےکسی و بےبسی کے عالم میں ہوں گے کہ زمین ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھٹ جائے گی، اور وہ ایسا دلسوز منظر دیکھیں گے کہ اس سے قبل ایسا ہولناک منظر نہ دیکھا ہوگا، اس منظر سے ان کی گھبراہٹ و ہول کا ایسا عالم ہوگا کہ بس خدا ہی اس کو جانتا ہے، آسمان کی طرف دیکھیں گے تو وہ پگھلی ہوئی دھات کے مانند نظر آئے گا اس کے بعد آسمان پھٹ جائیگا ستارے بکھر جائیں گے، چاند و سورج کی روشنی ختم ہوجائے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ، "مردوں کو اس کی کوئی خبر نہ ہوگی" حضرت ابوہریرہؓ نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اپنے اس ارشاد میں "ففزع من في السمٰوٰت ومن في الارض الا من شاء الله" (نمل ۔ ۸۷) (تو جو لوگ آسمان میں اور جو زمین میں ہیں سب گھبرا اٹھیں گے مگر وہ جسے خدا چاہے)۔

الا من شاء اللہ سے کن لوگوں کو مراد لیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اس سے مراد شہداء ہیں۔ اس خوف و گھبراہٹ کا اثر صرف زندوں پر پڑے گا۔ شہداء زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق پاتے ہیں تو انھیں اللہ تعالیٰ اس دن کی گھبراہٹ سے بچائے گا اور انھیں اس سے مامون رکھے گا یہ تو خدا کا عذاب ہے اس کو اپنی مخلوق کے بدترین لوگوں پر بھیجے گا، اللہ تعالیٰ ہی کا ارشاد ہے:

"يا ايها الناس اتقوا ربكم ان زلزلة الساعة شيء عظيم يوم ترونها تذهل كل مرضعة عما ارضعت وتضع كل ذات حمل حملها وترى الناس سكارى وما هم بسكارى ولكن عذاب الله شديد" (حج ۱ ۔ ۲)

(لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو کہ قیامت کا زلزلہ ایک حادثۂ عظیم ہوگا (اے مخاطب) جس دن تو اس کو دیکھے گا (اس دن یہ حال ہوگا کہ) تمام دودھ پلانے والی عورتیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی، اور تمام حمل والیوں کے حمل گر پڑیں گے، اور تجھ کو متوالے نظر آئیں مگر متوالے نہیں ہوں گے بلکہ (عذاب دیکھ کر) مدہوش ہورہے ہوں گے، بیشک خدا کا عذاب بڑا سخت ہے)۔

جب تک خدا کو منظور ہوگا وہ اسی عذاب میں مبتلا رہیں گے، یہ بات ضرور ہے کہ عذاب کی یہ مدت طویل ہوگی، اسکے بعد اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیلؑ کو موت کا صور پھونکنے کا حکم دیں گے اس سے زمین و آسمان دونوں جہان کے لوگ مرجائیں گے، سوائے ان لوگوں کے جنھیں اللہ تعالیٰ نہ چاہے گا۔

پھر جب سب مرجائیں گے تو ملک الموت اللہ تعالیٰ کے پاس آئے گا اور عرض کریگا اے پروردگار آسمان و زمین کے تمام لوگ مرگئے سوائے ان لوگوں کے جن کو تو نے نہیں چاہا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا حالانکہ اسے یہ معلوم ہے کہ کون زندہ بچا ہے کون باقی رہ گیا؟ تو ملک الموت کہے گا بس آپ باقی رہ گئے جن کو کبھی موت نہیں، اور آپ کا عرش اٹھانے والے فرشتے باقی رہ گئے اور جبرئیل و میکائیل باقی رہ گئے اور ایک میں ہوں، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا جبرئیل و میکائیل بھی مرجائیں، عرش بولے گا اے آقا جبرئیل و میکائیل مرجائیں گے؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم خاموش رہو میں نے طے کردیا ہے میرے عرش کے نیچے جو بھی ہیں سب مریں گے، پھر جبرئیل و میکائیل بھی مرجائیں گے، اس کے بعد ملک الموت پھر اللہ تعالیٰ کے پاس آئے گا اور کہے گا اے آقا جبرئیل و میکائیل بھی مرگئے اب صرف میں اور آپ کا عرش اٹھانے والے رہ گئے ہیں، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرا عرش اٹھانے والے بھی مرجائیں، وہ بھی مرجائیں گے، اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ عرش کو حکم دے گا، وہ اسرافیلؑ سے صور لے لیگا اس کے بعد پھر ملک الموت اللہ تعالیٰ کے پاس آئے گا، اور کہے گا آقا آپ کا عرش تھامنے والے بھی مرگئے، اللہ تعالیٰ پوچھے گا (حالانکہ اسے معلوم ہے کہ کون بچا) اب کون بچا؟ ملک الموت کہے گا آقا اب صرف آپ رہ گئے جن کو کبھی موت نہیں اور میں بچا ہوں اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم بھی میری مخلوق میں سے ایک مخلوق ہو، تم جس کام کے لئے پیدا کیا تھا تم نے دیکھا! اب تم بھی مرجاؤ اس کے بعد ملک الموت بھی مرجائیگا۔ جب اللہ کے سوا جو اکیلا و غالب، یکتا اور بےمثل ہے جس کے نہ اولاد ہے اور نہ وہ خود کسی سے پیدا ہوا ہے اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے وہ جیسے پہلے تھا ازل سے تھا ویسے ہی اب آخر میں ابد میں رہے گا، اس کے سوا کوئی باقی نہ رہے گا تو زمین و آسمان کتاب کی طرح سے لپیٹ لئے جائیں گے اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو تین مرتبہ پھیلائے گا اور لپیٹے گا اور پھر تین مرتبہ فرمائے گا میں ہوں زبردست و غالب، پھر وہ خود یہ اعلان فرمائے گا۔ آج کس کی حکومت ہے؟ یہ اعلان تین مرتبہ ہوگا کوئی اس اعلان کا جواب نہ دے گا، تو اللہ تعالیٰ خود اپنے آپ سے فرمائے گا، اللہ اکیلے و غالب کی حکومت ہے، پھر اللہ تعالیٰ دوسرے زمین و آسمان بنائے گا پھر اس کو پھیلائے گا اور مسطح و برابر کرے گا اور عکاظی چمڑے کی طرح پھیلائے گا اس

(بقیہ ص ۹ پر)

سید احمد شہیدؒ جن کے دامن عاطفت میں پرورش پائیں اور کہاں اس خاندان کے وہ قدسی نفوس ہوں گے اور کہاں یہ کام، یہ احساس وتاثر انتہائی غلط اور مضر ہے، اس کے برخلاف یہ اثر ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کو اگر اپنے دین کو زندہ رکھنا ہے اور یقیناً رکھنا ہے اور یہ دین آخری ہے۔ اس کا کوئی بدل اور قائم مقام نہیں، تو پھر بجائے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونے کے اللہ کی رحمت سے نئی نئی امیدیں قائم کرنی چاہئے ؎

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید
دیگراں ہم می کنند آنچہ مسیحا می کرد

ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اسی پایہ کی ہستیاں پیدا ہوں گی اور شاید اس کی ضرورت بھی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ہر زمانہ کے مطابق معاملہ کرتا ہے اور کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ کے بموجب اس کی تجلیات بھی مختلف ہوتی ہیں، یہ ضروری نہیں کہ ایک ہی طرز پر ہر زمانہ میں کام ہو، لیکن مایوس ہونے کی کوئی بات نہیں، اور حقیقت میں ہمارے یہ خس پوش مدارس، خس پوش تربیت گاہیں اور خانقاہیں، یہی ایسے لوگوں کو پیدا کرتی تھیں جو رہتے تو تھے جھونپڑوں میں لیکن وہ امیروں کیا بادشاہوں کے محلوں کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ ہمارے یہی خس پوش مدارس، تربیت گاہیں، خانقاہیں ایسے خستہ حال لیکن بلند خیال افراد کو تیار کرتی تھیں جو اپنی بوریائے فقر پر بیٹھ کر بادشاہوں کو خاطر میں نہ لائیں اور جو اپنے کپڑوں میں پیوند لگا کر قبائے شاہی کو ہاتھ نہ لگائیں، آج بھی ایسے لوگوں کی ضرورت ہے۔ ایسے "درویشانِ خدامست" کی ضرورت ہے اور ان کے پیدا ہونے کی امید ایسے ہی خس پوش مکانوں اور ایسی ہی سادہ ومعمولی جگہوں میں ہو سکتی ہے۔ آپ تاریخ اسلام اور اس میں بھی خاص طور پر اصلاح وتجدید کی تاریخ میں جن لوگوں کے نام سنتے اور پڑھتے ہیں وہ وہی لوگ ہیں جو غریب گھرانوں میں پیدا ہوئے، سادہ ماحول میں رہے اور ایک مدت گزری کہ ان کو پیٹ بھر کر کھانا بھی نصیب نہیں ہوتا تھا اور ان کے والدین تک کو نصیب نہیں ہوتا تھا کہ اپنے بچوں کو کیا کھلائیں، پھر انہی جھونپڑوں میں سے وہ چراغ نکلے جنھوں نے عالم کا عالم روشن کر دیا۔

آج اس کی ضرورت ہے کہ آپ اپنے وسائل کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں اور آپ ان کا موازنہ بڑے بڑے ان دارالعلوموں اور ان مدارس وجامعات سے نہ کریں کہ جن کے افسانے آپ سنتے ہیں اور جن کو بہت سے لوگ منتہائے پرواز اور منتہائے تخیل سمجھتے ہیں، آپ ان کی قدر کریں اور کوشش کریں کہ ان کے اندر وہ صفات پیدا ہوں کہ ان کی طرف اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہو۔ اور پھر اللہ تعالیٰ انہیں میں سے کسی کا انتخاب کرے اور پھر اس زمانہ کی ظلمتوں میں (جیسی کہ ہر زمانہ کی ظلمتیں ہوتی ہیں) کوئی علم اور اصلاح کا نور پیدا ہو، یہ علاقہ نیپال کی پوری ترائی اور یہ مشرقی علاقہ اور خاص طور پر یہ ضلع بستی میرے لئے بہت کشش رکھتا ہے اور یہاں کے لوگوں سے پرانے تعلقات ہیں جیسا کہ مولانا مرتضیٰ صاحب نے اشارہ کیا، اور سپاسنامے میں بھی اشارے آئے، تو ہم یہاں آنے پر حقیقت میں کسی اعزاز اور سپاسنامے کے مستحق نہیں تھے اور اس کا خیال بھی نہیں تھا، لیکن زمانہ میں ایک رسم ہو گئی ہے، بہرحال ہمیں کسی استقبال اور خیر مقدم کی ضرورت نہیں جیسا کہ کل ایک عزیز نے کہا کہ ہم اپنے گھر آئے ہیں اور حقیقت میں تو ؎

ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست

دین کی خدمت کرنے والوں کا معاملہ یہ ہے کہ جہاں جائیں وہ ان کا گھر ہے اور وہاں جانا بھی ان کا فرض ہے اور خدمت کرنا بھی ان کا فرض ہے۔

بہرحال ہمارے اوپر اس کی ایک ذمہ داری ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اور آپ بھی دُعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اس ذمہ داری کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس مدرسہ کو ترقی دے اور اس قابل بنائے کہ یہاں پر اصل مقصد کو پورا کرنے والے لوگ پیدا ہوں، اس وقت نہ عالموں کی کمی ہے نہ مصنفوں اور مفکروں کی کمی ہے بلکہ اہل درد کی کمی ہے ان لوگوں کی کمی ہے جن کے دلوں پر واقعی چوٹ ہو جیسی چوٹ حضرت سید احمد شہیدؒ کے لوگوں کے دلوں پر تھی اور جیسی حضرت مولانا سید جعفر علی صاحب کے دل پر تھی۔ ایک بے چینی کی کیفیت تھی کہ گاؤں گاؤں پھرنا، لوگوں کی خوشامد کرنا، گھر گھر جانا، دین کی طرف بلانا، سنتوں کا احیاء، اور بدعتوں اور جاہلیت کی رسوم وعقائد کا ازالہ ان سب کے لئے وہ ماہیٔ بے آب کی طرح بے چین رہے، اسی طرح ان کی عمر اسی تڑپ اور سوز میں گذری آج اس سوز کی کمی ہے، ساز کی کمی نہیں، اور ہم زیادہ تر ساز کا مظاہرہ دیکھتے ہیں اور ہر جگہ ساز ہی ساز ہے اور اب تو بہت جگہ مادیت اور کفر سے بھی ساز باز کر لیا گیا ہے اور ساز سے معاملہ ساز باز تک پہنچ گیا ہے، تو اس وقت ساز سے زیادہ سوز، اور صورت سے زیادہ حقیقت اور بے چینی کی ضرورت ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ آپ کے اس علاقہ میں دین کے دو ایسے آدمیوں کو پیدا فرما دے جن کو لوگوں کی جہالت سے بدعملی، بداعتقادی سے قلبی بے چینی ہو تو پورے علاقہ کی اصلاح ہو سکتی ہے اور جیسے کم سے کم قاضی عدیل صاحب عباسی مرحوم تھے کہ ان کے دل پر ایک چوٹ لگی کہ اگر یہی لیل ونہار رہے، اور یہی سرکاری تعلیم رہی اور مسلمانوں کی آئندہ نسلیں اس کے حوالے ہوتی رہیں تو یہ اسلام سے بالکل بے بہرہ ہوں گی اور صرف سلبی طور پر بے بہرہ ہی نہیں ہوں گی بلکہ ایجابی طور پر یہ ہندو "دیومالا" اور جاہلیت ہندیہ کی حلقہ بگوش ہو جائیں گی، تو اس بے چینی وفکر نے اس دینی تعلیمی تحریک کو وجود بخشا، یہ میں نے ایک مثال دی جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے ایک ایسے فرد کی کہ جس کے کام کرنے کے بہت سے میدان تھے اور وہ ہندوستان کے افق پر ایک روشن ستارہ کی طرح چمک سکتا تھا لیکن اس نے اپنے لئے کام کا ایک بظاہر چھوٹا اور حقیر سا میدان منتخب کر لیا، اور اس میں اپنی صلاحیتوں کو صرف کیا اور آج اس کا نتیجہ ہم دیکھ رہے ہیں، اور ابھی دیکھیں گے کہ کس پیمانہ پر آپ کے اس ضلع بستی میں کانفرنس ہو گی اور کہاں کہاں سے لوگ آئیں گے، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر سید حامد صاحب تشریف لائے ہیں اور مختلف جگہوں سے اور بھی ماہرین تعلیم اور اہل فکر مسلمان اور دانشور حضرات آئے ہیں، تو اس طرح بس ضرورت اس کی ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ ایسا کھڑا ہو جائے کہ جس کے دل پر چوٹ لگی ہو، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کو دیکھئے کہ ؎

"جہانے را دگرگوں کرد یک مرد خود آگاہے"

دنیا کو ہلا کر رکھ دیا، یہاں سے لے کر امریکہ اور ابھی چند دن ہوئے روس تک ایک جماعت گئی تھی دنیا کے ایک مشرقی کنارے سے دوسرے مغربی کنارے تک اور شمال وجنوب میں انھوں نے ایک حرکت پیدا کر دی ہے تو ان کی بے چینی نے یہ حرکت پیدا کی۔ اسی کی ضرورت ہے اور باقی یہ خیال کہ جب تک بڑی بڑی عمارتیں نہ ہوں، بہت بڑا بجٹ اور پروپیگنڈہ نہ ہو، لٹریچر اور میگزین نہ ہو، اور وہ جامعہ کی سطح کا کوئی مدرسہ نہ ہو تو اس وقت تک کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہ سب خیالات ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اصل چیز عزم، بے چینی، اور درد ہے۔

میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس مدرسہ میں وہ روح اور وہ حقیقت پیدا کرے جس سے دینی تعلیم کا مقصدِ اصلی حاصل ہو۔

٭٭

٭٭ یہ تقریر مولانا مدظلہ نے بستی میں دینی تعلیمی کونسل کے جلسہ میں شرکت کے موقع پر دارالعلوم الاسلامیہ میں فرمائی تھی۔ افادیت واہمیت کے پیش نظر اداریہ کے طور پر پیش کی گئی ہے۔ محمد اسعد قاسمی نے ٹیپ ریکارڈ سے نقل کیا۔

افغانستان میں روس کے نقصانات

٭

ہفت روزہ "نیوز ویک" نے اپنی تازہ ترین اشاعت میں انکشاف کیا ہے کہ روسی فوجی دستوں کو افغانستان میں مجاہدین کے خلاف جنگ میں شدید جانی نقصان برداشت کرنا پڑ رہا ہے۔ ماسکو میں مقیم سفارتی ذرائع کے حوالے سے ہفت روزہ نے لکھا ہے کہ روسی افسران اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ جنگ کی خبروں کی اشاعت پر پابندی کی اجارہ داری برقرار نہیں رہی اور اب وہ سانحات کی خبروں کو مزید نہیں چھپا سکتے۔ اس جنگ میں کم از کم دس ہزار افراد کو کڑی نگرانی کے تابوتوں میں یا شدید زخمی حالت میں اپنے گھروں کو بھیجا جا چکا ہے جن کا خفیہ طور پر مشرقی جرمنی میں علاج کیا جاتا تھا مگر اب انہیں روس کے اسپتالوں میں اپنے گھروں کو واپسی پر علاج کرانے کی اجازت دے دی گئی ہے علاوہ ازیں افغانستان سے واپسی پر تندرست فوجیوں کی زبانی سنائی اطلاعات نے بھی روسی خبروں کی صداقت کا پول کھول دیا ہے۔ ہفت روزہ نے مزید لکھا ہے کہ روسی فوج کا ایک لیفٹیننٹ الیگزینڈر اسٹوویا کو حال ہی میں افغان گوریلوں نے اس کی پلاٹون پر شبخون مار کر ہلاک کر دیا تھا جس کی ہلاکت کی خبر ماسکو میں بھی پھیلی۔ افغانستان پر قبضہ برقرار رکھنے کے سلسلے میں ایک لاکھ روسی فوجیوں کو وہاں درپیش خطرات غیر معمولی ہرگز نہیں ہیں لیکن ان کی اطلاعات ماسکو کے اخبارات کو فراہم کرنے کا فیصلہ حیرت انگیز ہے۔ افغانستان میں ۱۹۷۹ء میں روسی جارحیت کے بعد پہلی مرتبہ روسی اخبارات نے اس حقیقت کو تسلیم کرنا شروع کیا ہے کہ روسی نوجوان افغانستان میں مارے جا رہے ہیں اور یہ کہ وہاں کی مقامی آبادی کا رویہ بہرحال دوستانہ ہے۔ ہفت روزہ نے مزید لکھا ہے کہ روسی اخبارات ہدایات کے تحت افغانستان کو افراتفری کا شکار ملک قرار دے رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ افغان فوج اس انتشار کو ختم کر رہی ہے جبکہ افغان مجاہدین کو پہلے کی طرح خطرناک [illegible] ہیں۔ ماسکو نے اپنے رویے میں اس اچانک تبدیلی کی صحیح وجہ بیان نہیں کی تاہم روسی دارالحکومت میں موجود سفارتکار اس تبدیلی کی تہہ میں پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

جمہوریت نے ہمیں کیا دیا۔؟

مولانا سید محمد رابع ندوی، صدر شعبۂ ادب عربی

لفظ جمہوریت لوگوں کی نظر میں بڑا پسندیدہ اور محبوب لفظ بن گیا ہے اور جب کسی ملک سے جمہوریت ختم ہو جاتی ہے تو وہاں اس کو دوبارہ بحال کرنے اور نافذ کرنے کے لئے تحریکیں اور جماعتیں قائم ہوتی ہیں اور لوگ اس مسئلہ کو اپنا بنیادی مسئلہ بنا لیتے ہیں، اور دلوں میں اس کی طلب شدت سے پیدا ہو جاتی ہے، چنانچہ جس شخص کو عصر حاضر کے عوام کی خواہشات اور موجودہ انسان کے ذہنی رجحانات کی تھوڑی واقفیت بھی ہے وہ اس جمہوریت کی مخالفت یا اس کی تحقیر اور اس کے نفاذ کو غیر ضروری قرار نہیں دیتا، لہذا اس جمہوریت کی مدح وستائش ہر ایک کی زبان سے ہوتی ہے، چاہے وہ سیکولر پارٹی ہو یا مذہبی جماعت ہو، لیکن کیا یہ صحیح ہے کہ یہ مسئلہ انسان کا بنیادی وکلیدی مسئلہ ہے اور انسان کی اولین ضرورت کی حیثیت رکھتا ہے؟

موجودہ انسان اس جمہوریت کا متعدد ملکوں اور شہروں میں تجربہ کر چکا ہے اور اس کے نام پر نافذ کئے ہوئے نظاموں کے بحر زخار میں غوطہ زن ہو چکا ہے، لیکن جس لعل گمشدہ کی تلاش تھی وہ ہنوز مفقود ہی ہے، بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ جمہوریت کے نام پر متعدد ملکوں اور شہروں میں زیادتیوں اور بگاڑ کی حالت پیدا ہو گئی، اس کی وجہ یہ ہے کہ جس جمہوریت کی آج آواز لگائی جا رہی ہے اور جس کے لوگ مشتاق ہیں وہ ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں ہے کہ جن کو اولاً انتخاب کے ذریعہ سے متعین کیا جاتا ہے اور پھر ملک کی زمام ان کے سپرد کر دی جاتی ہے، اور یہی لوگ اپنے خیالات ومنشا کے مطابق اس میں تصرف کرتے ہیں اور یہی لوگ آگے چل کر رہنما اور لیڈر کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں چاہے ان کا علمی اور عقلی اور اخلاقی معیار کچھ بھی ہو اور ان کی خواہشات کچھ بھی ہوں اور یہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ انھوں نے الیکشن میں اپنے مخالفین کے مقابلہ میں کچھ زیادہ ووٹ حاصل کر لئے ہیں، چاہے ان کے ووٹوں کی تعداد کل ووٹوں میں دس فیصد سے بھی کم ہو بلکہ بعض وقت صرف پانچ فیصد ہو، اور محض اسی کی بنیاد پر ہی وہ تمام عوام کا نمائندہ بن جاتا ہے، اور پھر اس کی بنیاد پر وہ اس کا لیڈر اور حاکم بن جاتا ہے اور پھر اپنی عوام کے نام پر اپنی رائے وعقل کے مطابق حکومت کرنے لگتا ہے، اور دلیل ہوتی ہے کہ ان کو ان کے مخالفین سے زیادہ ووٹ ملے ہیں، حالانکہ یہ ووٹ بعض وقت دس فیصد یا پانچ فیصد سے زائد نہیں ہوتے۔

یہ جمہوریت ملک کے باشندوں سے زیادہ امیدواروں کے لئے سودمند ہوتی ہے، پھر بھی فائدہ آگے چل کر بعض بعض وقت نفع اندوزی، خود غرضی ظلم وبربریت سے تبدیل ہو جاتا ہے، اس کی بہت سی مثالیں ان متعدد ملکوں میں دیکھنے میں آتی ہیں جو بڑے فخر واعتزاز کے ساتھ جمہوریت کا اعلان کرتے ہیں اور دیکھتے رہیں گے، ان ملکوں میں ایک منفرد جماعت اس جمہوریت سے فائدہ اٹھاتی ہے اور وہاں کے باشندوں پر اسی کی بنیاد پر حکومت کرتی ہے، ان حکمرانوں کو اگر کسی چیز سے خطرہ محسوس ہوتا ہے تو وہ صرف عمومی احتجاج کا خطرہ ہے، لیکن یہ لوگ اقتدار اور وسائل وطاقت حاصل ہو جانے پر اس کا علاج بھی جانتے ہیں کیونکہ یہی لوگ انتخابات کراتے ہیں اور اس کی نگرانی بھی خود ہی کرتے ہیں اور اخبارات اور ریڈیو بھی ان کے اثر اور دباؤ میں ہوتے ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بیانات اور پروپیگنڈے سے اپنی جمہوریت کو تقویت پہنچاتے ہیں اور سچی بات نکھر کر منظر عام پر نہیں آپاتی۔

اس وقت جمہوریت دنیا میں بہت سی جگہوں پر ظلم واستبداد نیز فائدہ اٹھانے کا ذریعہ بن گئی ہے، ظاہر میں تو مساوات کا نعرہ بلند کیا جاتا ہے لیکن کمزور کی کمزوری اور بے بسی باقی رہتی ہے، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ انسانی اخلاق کی تربیت مساوات وغمخواری پر نہیں کی جاتی ہے، اسی طرح انسانوں کے ساتھ انسانوں جیسے سلوک کی تربیت بھی نہیں کی جاتی، چنانچہ انسان میں خودغرضی، جذبہ استحصال، نفع پسندی، اقرباء پروری جیسے برے صفات اب تک موجود ہیں اور جب تک غمخواری کا جذبہ مفقود رہے گا ظاہری کھوکھلے پن اور پرفریب شکل سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا، اور وہ لوگ جن کا حکومت کی جماعت سے قریبی رشتہ نہیں ہوتا ہے وہ لوگ سب سے زیادہ ظلم وتشدد کا شکار ہوتے ہیں، حالانکہ انھیں لوگوں نے ان کو ووٹ دے کر کامیاب بنایا اب یہی چیز ان کے لئے وبال جان بن رہی ہے اور ان کے حقوق پامال کئے جاتے ہیں، تو اس کی مثال یتیم اور یتیم کے سرپرست کی سی ہے، اگر اس کے ولی نے عفت مآبی کا ثبوت دیا تو شریعت کے دائرہ میں رہ کر اس کے مال سے بقدر کفاف لے سکتا ہے ورنہ پھر یتیم اور اس کے مال کی شامت ہے۔

جمہوریت اپنے کھوکھلے پن اور روح کے فقدان کو ثابت کر چکی ہے اور اس زمانہ کے فیشنوں میں سے ایک فیشن بن گئی ہے، جس کی متعدد شکلیں نظر آتی ہیں، مثلاً ایک شکل سوویت یونین میں ملتی ہے ایک افغانستان میں، اسی طرح یورپ کے ملکوں میں، ایشیا کے ملکوں میں۔ بہرحال جمہوریت ایک ایسا شیریں لفظ ہے جو سیاسی لوگوں کے لئے، سادہ لوح عوام کو دھوکہ دینے اور ان پر حکمرانی کا بہترین ذریعہ ہے۔

(عربی سے ترجمہ)
ھارون رشید سلیمان
[illegible] رابعہ ادب

غزل

ڈاکٹر نظیر صفی پوری

فکر دنیا میں سحر ہوتے جو لشکر نکلے
بہرِ دل ہم بھی قلم اپنا اٹھا کر نکلے

ہم جو اُس شوخ کو صحرا سے بھی لے کر نکلے
کونپلیں پھوٹیں، نئے پھول کھِلے پَر نکلے

میری نظروں میں تو محرومیِ صہبا ہے گناہ
پارسا وہ ہے جو میخانے سے پی کر نکلے

غور سے دیکھتے رہیئے تو گماں ہوتا ہے
قید تصویر سے ممکن ہے وہ باہر نکلے

اے نظیرؔ آج کھُلا ان کی محبت کا بھرم
ہم جنھیں پھول سمجھتے تھے وہ پتھر نکلے

افادات حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

حمید خاص لکھنوی کے قلم سے

مولانا نے فرمایا:
"دنیا ضرورت کی چیز ہے اس لئے مانگنا بھی چاہئے اور تدبیر بھی کرنا چاہئے مگر یہ مقصود اپنی ذات سے نہیں ہے بلکہ دین کو محفوظ رکھنے کی چیز ہونے کی وجہ سے ہے۔ اصل جو مقصود بالذات ہے وہ دین ہے۔ اول تو دین کا علم حاصل کرکے بقدر ضرورت دنیا بھی ملتی ہے اور وہ بھی عزت اور راحت کے ساتھ لیکن فرض کرو نہ بھی ملے تو چونکہ دین خود مقصود بالذات ہے اس لئے دنیا نہ ملنے پر حسرت نہیں ہوتی۔

مولانا نے فرمایا کہ عقلوں میں جو فرق ہوتا ہے کہ کسی میں عقل زیادہ ہے اور کسی میں کم۔ یہ فطری بات ہے۔ بے عقل کی کمی پر باز پرس نہیں کرتا لیکن شکایت جو کچھ ہے وہ بے فکری کی ہے۔ لوگ فکر ہی سے کام نہیں لیتے۔ بے فکری پر مواخذہ ہے۔ اگر فکر سے کام لیں تو اول تو بہت کم غلطیاں ہوں اور اگر ہوں تو ناگوار نہ ہوں۔

مولانا تھانویؒ نے ایک طالب کے طویل خط کے جواب میں لکھا کہ،
"سالک کے لئے تین باتیں سوہانِ روح رہتی ہیں۔ (۱) ماضی کی حسرت یعنی گزشتہ عمر میں جو خراب بہت خراب گناہ اس سے ہو چکے ہیں ان گناہوں کی سنگینی کا خیال کرکے ان پر حسرت و افسوس کہ اتنے خراب بڑے بڑے گناہ جو مجھ سے سرزد ہو چکے ہیں یہ کیسے معاف ہوں گے۔
(۲) حال کے شبہات۔ یعنی اب آج جو اس نے طے کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ پر چلیگا تو ہر ہر منزل پر اس کے دل میں شیطان عجیب عجیب وسوسے اور شبہات دل میں ڈالتا چلا جاتا ہے اور اس کو متزلزل کرتا ہے۔
(۳) مستقبل کا خوف۔ یعنی آئندہ نہ جانے میں سیدھے راستہ پر چل سکوں یا قدم ڈگمگا جائیں اور عاقبت خراب ہو جائے۔
یہ تین سوہانِ روح۔ ماضی، حال، اور مستقبل کے پچھلے سالکین راہِ حق کو بھی پیش آتے رہے لیکن ان کے قویٰ مضبوط تھے اور ہمتیں بلند تھیں۔ انھوں نے اُن سے کام لے کر ان کا مقابلہ کیا۔ آج کے زمانہ میں سالکین کے قویٰ کمزور اور ہمتیں قاصر ہیں کہ ان کا مقابلہ کریں لہٰذا اب دین کے بزرگوں نے سالکین کی تربیت کا یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ ماضی اور مستقبل تو حجاب عن الحق ہے یعنی گذشتہ عمر کے گناہوں کی حسرت اور افسوس میں لگے رہنا اور آئندہ کے خطرات کا اندیشہ کرنا سوائے اس کے کہ سالک کو اللہ سے دور کرے اور کچھ نہیں کرتا۔ اللہ نے ہمیں اس لئے پیدا کیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو دیکھیں نہ کہ اس لئے کہ ہم ماضی اور مستقبل پر ہی اپنے خیالات جمائے رکھیں۔ جہاں تک ماضی کا تعلق ہے ہمیں اس کے لئے صرف توبہ کی ضرورت ہے یعنی پچھلے گناہوں سے اللہ کے حضور میں دل سے توبہ کرلیں اور بار بار ان گناہوں کی حسرت اور افسوس دل میں نہ لائیں اور جہاں تک مستقبل کا تعلق ہے ہم پختہ ارادہ کرلیں کہ آئندہ ہم پرہیزگاری اور تقویٰ کی زندگی بسر کریں گے اور انشاء اللہ ہم آئندہ گناہ نہ کریں گے۔ بس۔ اس کے بعد پھر ہر وقت اسی قصہ میں نہ لگے رہیں بلکہ اس سے زیادہ جو ضروری کام ہے دوسرا یعنی حال پر نظر رکھنا اس کو اپنے عمل سے شروع کریں جو عمل کہ ہمارے اختیار میں ہیں مثلاً اپنے عقیدوں کو درست اور صحیح بنانا خواہ وہ ظاہری ہوں جیسے نماز روزہ زکوٰۃ وغیرہ خواہ وہ باطنی ہوں جیسے کہ اللہ کا خوف۔ اللہ سے امید، شکر و صبر وغیرہ تاکہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہم آجائیں جو ہمارا مقصود ہے اور ہمارے جو عمل ہم کو اللہ سے دور کرتے ہیں جیسے ظاہری و باطنی گناہ اُن سے بچیں۔ جو عمل کہ ہمارے اختیار میں نہیں ہیں۔ غیر اختیاری ہیں جیسے کہ ان اسباب کو پیدا کرنا جو ہم کو اللہ سے قریب کردیں اللہ سے دور نہ ہونے دیں کیونکہ یہ ہمارے اختیار میں نہیں ہے کہ ہم اسباب پیدا کریں۔ اختیاری کاموں کے کرنے میں جو ہم سے کوتاہی یا کمی ہو جائے اس کو ہم بہت نقصان دہ سمجھیں اور اس کی اصلاح کریں اور جو کام ہمارے اختیار میں نہیں ہیں ان کے ہونے نہ ہونے کی طرف توجہ ہی نہ دیں۔ یہ بات جو میں نے ابھی کہی ہے کہ جن اختیاری کاموں میں کوتاہی اور کمی ہو جائے اس کی اصلاح کریں۔ اس اصلاح میں بھی زیادہ کاوش نہ کریں مثلاً اگر کوئی ضروری عمل ہم نہ کر سکے تو اس کی قضا کرلیں۔ اگر کوئی نہ کرنے والا کام کرلیا تو توبہ کرلیں اور پھر اپنے کام میں مشغول ہو جائیں اسی ایک بات کے پیچھے نہ پڑیں کہ ہائے یہ کام مجھ سے کیوں ہوا یا یہ کام مجھ سے کیوں نہ ہوا۔ اپنے کو اس مشقت میں نہ ڈالیں۔ مختصر یہ کہ مبالغہ اور غلو نہ کریں۔ قرآن اور حدیث میں بھی اس کی ممانعت آئی ہے۔ جیسے قرآن کی آیت ہے:۔
"لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ" (دین میں مبالغہ اور غلو نہ کرو)
"مَنْ شَاقَّ شَاقَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ" (جو کوئی اپنے کو مشقت میں ڈالے اللہ اس کو مشقت میں ڈال دے گا اس لئے کہ نباہ نہ ہو سکے گا)۔
"سَدِّدُوا وَقَارِبُوا وَاسْتَقِيمُوا" (ٹھیک ٹھیک چلو اور میانہ روی اختیار کرو اور جمے رہو)۔
اور جیسے کہ حدیث میں ہے:
۱۔ اور دین کو انتہا تک کبھی احاطہ نہ کر سکوگے یعنی یہ کہ اگر یہ ہوس ہے کہ دین پر تم غالب آجاؤ اور کوئی دقیقہ اس کا تم سے نہ جائے تو یہ ہرگز ہرگز نہ کر سکو گے۔
۲۔ جس پر نیند غالب آجائے وہ لیٹ رہے۔
۳۔ نیند کی حالت میں کچھ قصور نہیں بیداری کی حالت میں ہے۔
اگر آجکل کے لوگ اس طرح مبالغہ اور غلو دین میں کریں گے تو ان کی قوت اور ہمت جواب دے گی اور وہ بہت جلد مایوس ہو جائیں گے اور اللہ کے راستہ پر چلنے کا جو کام وہ کر رہے ہیں وہ معطل ہو جائے گا۔ اور کبھی جان پر اور کبھی ایمان پر اس کا اثر ہو جائے گا۔ جان پر تو یوں کہ ان کی صحت خراب ہو جائے گی کیونکہ خیالات اور فکروں کی کثرت سے سودا بڑھ جائے گا یا پاگل ہو جائے گا اور ایمان پر یوں کہ عمل پر مبالغہ اور غلو کرنے کے باوجود کامیابی نہ ہونے یا دیر سے ہونے پر وسوسے گھیر لیں گے اور اللہ تعالیٰ سے شکایت پیدا ہوکر کراہت اور ناراضگی ہو جائے گی کہ اتنے دن ہمیں سر مارتے ہو گئے ہیں مگر اللہ کا وہ وعدہ جو قرآن میں اس نے کیا ہے کہ،
"جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم انھیں اپنی راہ ضرور دکھائیں گے" یہ وعدہ پورا نہیں ہوا۔ اس کو دیکھ کر دوسرے کوشش کرنے والے بھی یہ کہنے لگیں گے کہ اس راہ خدا سے خدا کی پناہ جس میں سوائے مصیبت کے راحت کا نام ہی نہیں۔
پس خراب اخلاق کے مادے جو آپ کے اندر اللہ نے رکھ دئے ہیں اور خراب باتوں کے خیالات جو آپ کے نفس میں ان مادوں کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں وہ آپ کو نقصان نہیں پہونچائیں گے۔ آپ کو نقصان اس وقت پہونچے گا جب آپ ان پر عمل کریں گے اور عمل بھی وہ جو آپ اپنے قصد اور ارادہ سے کریں گے ورنہ بغیر قصد اور ارادے کے یہ عمل بھی نقصان نہیں دیں گے کیونکہ وہ وسوسہ عمل نہیں ہو جائیں گے۔

اپنے شیخ یعنی اپنے پیر و مرشد کے متعلق کیا اعتقاد رکھنا چاہیے اس پر فرمایا کہ اپنے شیخ اور پیر و مرشد کی نسبت ایسا سمجھے کہ مجھ کو میری کوشش سے اس سے زیادہ نفع پہونچانے والا میسر نہ ہوگا۔ باقی بزرگی کی کمی زیادتی یہ اللہ کو معلوم ہے۔

ایک طالب نے حضرت تھانویؒ کی خدمت میں لکھا کہ،
"بندہ جناب والا کے علم کی وجہ سے آپ کا معتقد ہے اور میری محبت آپ کے ساتھ آپ کے اخلاق کی وجہ سے ہے باقی جیسی محبت پیر اور مرید کے درمیان ہوتی ہے اور جو لوگوں میں مشہور ہے وہ مجھ میں نہیں ہے۔"
حضرت تھانویؒ نے جواب میں لکھا کہ
"یہ کوئی نقص نہیں ہے۔ آپ کی محبت مجھ سے محبت عقلی ہے اور اسی کی ضرورت مرید کو ہے اور اسی سے مرید کو فائدہ پیر سے پہونچتا ہے۔ اگر آپ کی محبت مجھ سے محبت طبعی نہیں ہے تو نہ تو اس کی مرید

کو ضرورت ہے اور نہ اس محبت طبعی کے نہ ہونے سے مرید کو کوئی نقصان پہنچتا ہے۔"

ایک طالب نے حضرت تھانویؒ سے پوچھا کہ، "پیر، مرشد، شیخ یعنی تعلیم دینے والے کی ضرورت انسان کو کیوں ہے؟ اور ان سے کیا چیز حاصل کی جاتی ہے؟"
حضرت تھانویؒ نے ان کو جواب دیا کہ،
"دنیا میں انسان کو زندگی گذارنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام دئے ہیں کہ فلاں فلاں کام تم کرو اور فلاں فلاں کام تم نہ کرو ان سے بچو۔ کام کرنے والے کام اور نہ کرنے والے کام جو انسان اپنے بدن سے یعنی ہاتھ پیر سے کرتا ہے یا اپنے بدن یعنی ہاتھ پیر سے نہیں کرتا ہے، اور ان سے بچتا ہے یہ ظاہری کام کہلاتے ہیں، یعنی نظر میں آنے والے کام۔ جیسے قتل۔ زنا وغیرہ۔ اور جو کرنے والے کام یا نہ کرنے والے کام اپنے نفس یعنی اپنے دل و دماغ کے کہنے اور اُکسانے سے کرتا ہے یا نہ کرکے ان سے بچتا ہے یہ باطنی کام کہلاتے ہیں یعنی نظر نہ آنے والے کام کہلاتے ہیں جیسے غرور، بغض، حسد وغیرہ۔
ان دونوں قسم کے کاموں یعنی ظاہری اور باطنی کاموں کے کرتے یا نہ کرنے میں انسان سے کچھ علمی غلطیاں یعنی سمجھنے میں غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ پیر، مرشد اور شیخ ہر طالب کے حالات سنکر ان غلطیوں کو سمجھ کر اُن کا علاج بتا دیتے ہیں اور یہی کام پیر، مرشد یا شیخ کا ہے اور اس کے لئے ان کی ضرورت ہے اور یہی ان سے حاصل کیا جاتا ہے۔"

ایک طالب نے حضرت تھانویؒ کی خدمت میں لکھا کہ،
"معلوم نہیں میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت بھی ہے یا نہیں؟"
حضرت تھانویؒ نے اس کے جواب میں ان کو لکھا کہ،
"آپ کے دل میں یہ فکر کہ معلوم نہیں مجھے اللہ کی محبت ہے یا نہیں خود اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہے اور جب دلیل موجود ہے تو جس بات کی یہ دلیل ہے یعنی اللہ کی محبت وہ محبت انشاء اللہ تعالیٰ یقینی ہے۔"

ایک طالب نے لکھا کہ،
"مجھے دو باتوں کی فکر ہے۔ ایک فکر تو یہ ہے کہ نہ جانے میرا خاتمہ کس حال پر ہوگا کیونکہ اس وقت تو خدا کے فضل سے ہوش اور حواس درست ہیں پھر بھی مجھ کو وسوسے ہوتے ہیں اور اُس وقت جب کہ خاتمہ قریب ہوگا نہ تو ہوش رہے گا اور نہ حواس درست رہیں گے اُس وقت کیا حال ہوگا۔ دوسری فکر یہ ہے کہ آخرت میں انجام کیا ہوگا کیونکہ اپنے اعمال کی طرف نظر کرنے سے سوائے برے اعمال کے نیک اعمال نظر نہیں آتے۔"
حضرت تھانویؒ نے جواب میں لکھا کہ،
"آپ کا یہ حال اس بات کی علامت ہے کہ آپ کو اللہ سے عبدیت کا یعنی اللہ کا بندہ ہونے کا تعلق ہے اور یہ ایک حالت اعلیٰ درجہ کی حالت ہے۔"

ایک طالب نے لکھا کہ،
"حضور! مجھ کو نماز کے قضا ہو جانے سے ایسا صدمہ نہیں ہوتا کہ میں بے چین ہو جاؤں البتہ بجائے بے چین ہو جانے کے صرف یہ خیال ضرور ہوتا ہے کہ مجھے نماز کے قضا ہو جانے سے ایسا صدمہ کیوں نہیں ہوا کہ میں بے چین ہو جاتا یعنی نماز کے قضا ہو جانے پر کچھ رنج نہیں ہوتا۔ کبھی میری حالت ایسی بھی ہوتی ہے کہ کوئی گناہ کا کام اگر مجھ سے ہو جاتا ہے تو بے حد رنج ہوتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی گناہ کا کام اگر مجھ سے ہو جاتا ہے تو رنج بہت کم یا بالکل نہیں ہوتا۔"
حضرت تھانویؒ نے اس کا جواب لکھا کہ
"رنج تو آپ کو اپنی سبھی باتوں پر ہوتا ہے مگر قسمیں رنج کی مختلف ہیں ایک قسم یہ بھی ہے کہ رنج نہ ہونے پر رنج ہو، جس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بعض گناہ پر طبعی رنج ہوتا ہے بعض گناہ پر عقلی رنج ہوتا ہے چنانچہ طبعی رنج نہ ہونے پر رنج نہ ہونا یہ دلیل ہے عقلی رنج کے ہونے پر۔"

ایک طالب نے لکھا کہ،
"میں نے ہمیشہ یہ مدنظر رکھا کہ اللہ پر بھروسہ رکھوں خصوصاً روزی کے معاملہ میں مگر حالت یہ ہے کہ جب آمدنی رُک جاتی ہے خواہ تین ہی روز کے لئے ہو تو طبیعت پر بے اختیار پریشانی آجاتی ہے۔ آمدنی ہونے پر اطمینان ہو جاتا ہے پھر دیر ہونے پر پریشانی ہو جاتی ہے مگر اس کے ساتھ یہ ضرور ہے کہ ہمیشہ پریشانی کے عالم میں اللہ ہی سے رجوع ہوتا ہے اور شکایت تنگی کی زبان پر تو کیا دل میں بھی نہیں ہوتی۔ یہ تو میرا حال ہے اور میری بیوی کی یہ کیفیت ہے کہ جب تنگی ہو تو اس کو پریشانی کبھی نہیں ہوتی بلکہ یوں کہتی ہے کہ اللہ میاں ہمیں دیں گے ہم فکر نہیں کرتے۔ اس سے مجھ کو اپنے اوپر سخت افسوس ہوا کرتا ہے کہ عورت کی ذات مجھ سے بڑھ گئی۔ تو اب میں دریافت کرتا ہوں کہ یہ حالت میری اچھی ہے یا نہیں اگر اچھی نہیں ہے تو کیا علاج کروں۔"
مولانا تھانویؒ نے اس کا جواب لکھا کہ،
"دونوں کی حالت اچھی ہے اور یہ فرق جو معلوم ہوتا ہے یہ فرق طبعی ہے چونکہ عورتوں میں عاقبت اندیشی فطرۃً کم ہوتی ہے اور مردوں کی قوت فکریہ زیادہ کام کرتی ہے اس وجہ سے یہ فرق ہے۔"

ایک طالب نے لکھا کہ،
"اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کسی کی محبت دل میں نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اس قدر نہیں۔"
مولانا تھانویؒ نے اس کا جواب لکھا کہ،
"خدا تعالیٰ کی محبت کے لئے لازم ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، مگر حق تعالیٰ کی محبت آپ کو طبعی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عقلی۔ چونکہ محبت کے رنگ مختلف ہیں اس لئے آپ کو شبہ ہوا کہ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کی محبت نصیب ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت لازم ہوئی حق تعالیٰ کی محبت کے ساتھ بوجہ لازم و ملزوم ہونے کے۔"

★★

عباس علاء الدین اینڈ کمپنی
Abbas Alauddin & Co
WHOLESALE AND RETAIL TEA MERCHANTS.
44, Haji Building, S. V. Patel Road, Null Bazar, BOMBAY. 3.
Tele : Add. CUPKETTLE
Phone { SHOP: 862220 RESI: 898684
اسپشل مکسچر
اسپشل ممری
ہوٹل مکسچر
سوداگر مکسچر
کپ برانڈ
گولڈن ڈسٹ
فلاور بی، او، پی
سوپر ڈسٹ
۴۴۔ حاجی بلڈنگ، ایس، وی، پٹیل روڈ
نل بازار
بمبئی ۳

قاضی نور الحق ندوی

[illegible]

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے تین دن

ضلع بستی میں

محمد اسعد قاسمی
دارالعلوم الاسلامیہ بستی (یوپی)

۲۷ فروری ۱۹۸۳ء کو شہر بستی میں دینی تعلیمی کونسل کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی ایک اہم کانفرنس میں شرکت کے لئے عالم اسلام کی ممتاز و مایۂ ناز شخصیت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی دامت برکاتہم ۲۶ فروری ۸۳ء کی شام کو یہاں تشریف لائے۔ آپ کی تشریف آوری سے پہلے محترم جناب سید حامد صاحب وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور جناب ڈاکٹر اشتیاق حسین صاحب قریشی سکریٹری دینی تعلیمی کونسل شریک کانفرنس ہونے کے لئے تشریف لاچکے تھے۔ ان موقر مہمانان خصوصاً حضرت مولانا دامت برکاتہم کے اعزاز میں شہر میں چار اہم پروگرام ہوئے سب سے پہلا پروگرام اسی شب میں یہ ہوا کہ یہاں کے اولڈ بوائز مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے سید حامد صاحب کے اعزاز میں ایک عشائیہ کا اہتمام کیا، جس میں ان کی خدمت میں ایک سپاسنامہ اولڈ بوائز کی طرف سے پیش کیا گیا، اور سید حامد صاحب نے ایک شاندار تقریر فرمائی۔ اخیر میں حضرت مولانا کی ایک مختصر اور جامع تقریر کے بعد اس پروگرام کا اختتام ہوا۔

دوسرا پروگرام ۲۷ فروری کی صبح کو آٹھ بجے دارالعلوم الاسلامیہ میں ہوا۔ تلاوت قرآن پاک کے بعد جناب مولانا سید محمد مرتضیٰ صاحب مظاہری رکن دارالعلوم الاسلامیہ نے مہمانان کرام کا جامع تعارف کرایا اور اس تشریف آوری پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد حضرت مولانا کی خدمت میں دارالعلوم کی طرف سے راقم سطور نے سپاسنامہ پیش کیا۔ اخیر میں حضرت مولانا نے طلباء و اساتذہ اور معززین شہر کو خطاب فرمایا اور پھر دعا پر یہ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ اسی موقع پر حضرت مولانا اور محترم سید حامد صاحب وغیرہ کے مبارک ہاتھوں دارالعلوم الاسلامیہ کے "دارالحدیث" کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس سے فراغت کے بعد حضرت مولانا اور محترم سید حامد صاحب دینی تعلیمی کونسل کے ضلعی نمائندگان کے اجلاس میں شرکت کے لئے جی۔ آئی۔ سی۔ کالج تشریف لے گئے۔ یہ خصوصی اجلاس تقریباً ایک بجے دوپہر کو حضرت مولانا کی مختصر تقریر اور دعا پر ختم ہوا۔ کونسل کے تمام مہمانان خصوصی کو دارالعلوم الاسلامیہ میں ظہرانہ دیا گیا۔ تیسرا پروگرام اسی روز شام کو نماز عصر کے بعد شہر بستی کے "فرزندان ندوہ" کی طرف سے شہر کی ایک قدیم عمارت "باقر منزل" میں ایک عصرانہ کی شکل میں تھا جس میں پہلے تلاوت قرآن کریم اور ترانۂ ندوہ کے بعد حضرت مولانا دامت برکاتہم کی خدمت میں یہاں کی "ندوی برادری" کی طرف سے ڈاکٹر ابوالحسن ندوی نے سپاسنامہ پیش کیا اس کے بعد حضرت مولانا کے مختصر خطاب اور دعا پر یہ محفل بھی ختم ہوگئی۔

چوتھا پروگرام اسی دن شام کو انجمن الاسلامیہ گاندھی نگر کی طرف سے نماز مغرب کے بعد تھا جس میں . . . . . . عشائیہ کا اہتمام کیا گیا اور عشائیہ سے پہلے ایک مختصر سا جلسہ منعقد کیا گیا جس میں پہلے تلاوت قرآن پاک وغیرہ کے بعد حضرت مولانا کی خدمت میں انجمن کی طرف سے جناب ملک حامد حسین صاحب ایڈوکیٹ صدر انجمن نے سپاسنامہ پیش کیا اخیر میں حضرت مولانا نے اپنے مختصر خطاب میں ان ظاہری مساجد کی تعمیر کے ساتھ ساتھ دلوں کی مساجد کی تعمیر پر بڑا زور دیا اور دعا کے بعد یہ نورانی مجلس اختتام کو پہنچی اسی روز شب میں آٹھ بجے سے کونسل کا اجلاس عام شروع ہوا تلاوت آیات قرانی کے بعد بستی کے ممتاز شاعر جناب احد حسن صبوحی نے "کونسل" پر اپنی ایک فکر انگیز نظم پیش کی۔ اس کے بعد محترم سید حامد صاحب نے افتتاحی تقریر فرمائی جو بہت ہی معلومات افزا ہونے کے ساتھ ساتھ ادبی چاشنی بھی اپنے اندر لئے ہوئے تھی۔ آپ کے بعد نوجوان فاضل مولانا سید سلمان صاحب حسینی ندوی نے تعلیم کی اہمیت و عظمت پر ایک ولولہ انگیز تقریر کی۔ پھر جناب مولانا حبیب اللہ صاحب ندوی ناظم جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ و رکن دینی تعلیمی کونسل، جناب ریاض الدین صاحب جنرل سکریٹری کونسل اور جناب ڈاکٹر اشتیاق حسین صاحب قریشی سکریٹری کونسل وغیرہ کی تقریریں ہوئیں۔

اخیر میں حضرت مولانا کے خطاب اور دعا پر یہ اجلاس بھی اختتام پذیر ہوا۔ وائس چانسلر محترم جناب سید حامد صاحب اپنے پروگرام کے مطابق اسی شب بذریعہ ٹرین علی گڑھ واپس تشریف لے گئے۔

۲۸ فروری ۸۳ء کی صبح کو ناشتہ کا اہتمام جناب مولانا محمود الحسن صاحب ناظم دینی تعلیمی کونسل نے کیا تھا۔ چنانچہ حسب پروگرام صبح ۹ بجے ان کے یہاں ناشتہ سے فراغت کے بعد حضرت مولانا اور ان کے رفقاء مولانا معین اللہ صاحب ندوی (نائب ناظم ندوۃ العلماء)، مولانا محمد مرتضیٰ صاحب مظاہری ناظم کتب خانہ ندوۃ العلماء، ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین صاحب قریشی، مولانا محمد حمزہ حسنی ندوی مدیر ماہنامہ "رضوان" لکھنؤ، مولانا محمد سلمان حسینی ندوی (استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء) مولانا عبداللہ حسنی ندوی (استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء) اور مولانا جعفر مسعود حسنی ندوی وغیرہ شہر بستی سے ۱۵ کیلومیٹر دور مجاہد جلیل حضرت مولانا سید جعفر علی صاحب بستویؒ کے وطن مجھوا میر تشریف لے گئے۔ یہاں ایک دن اور ایک شب قیام رہا۔ مجھوا میر کے مشہور دینی کارکن جناب منیر احمد صاحب ایڈوکیٹ اور دوسرے اعزہ نے مہمانوں کے قیام و طعام کا شاندار اہتمام کیا تھا حضرت مولانا اور ان کے تمام رفقاء تھوڑی دیر کے لئے مجھوا میر سے متصل ایک بستی جدا شاہی بھی تشریف لے گئے جہاں "اصلاح المسلمین" کے نام سے ایک معیاری تعلیمی ادارہ بھی چل رہا ہے۔ اس تاریخی موقع پر اس مدرسہ میں بھی ایک مختصر سی نشست کا اہتمام کیا گیا۔ تلاوت کلام پاک کے بعد طلبائے مدرسہ نے حمد و نعت کے عمدہ ترانے پیش کئے۔ اخیر میں حضرت مولانا کی طرف سے مولانا محمد سلمان حسینی ندوی نے اساتذہ اور طلباء کو قیمتی نصیحتیں فرمائیں اور حضرت مولانا کی دعا پر یہ نورانی مجلس بھی ختم ہوگئی۔ اس کے بعد حضرت مولانا اور تمام مہمانان کرام مجھوا میر واپس تشریف لے گئے اور نماز ظہر اور ظہرانہ کے بعد عصر تک آرام فرمایا۔ نماز عصر اور چائے وغیرہ سے فراغت کے بعد حضرت مولانا اور سبھی رفقاء مجاہد کبیر حضرت مولانا سید جعفر علی صاحبؒ کے مزار پر تشریف لے گئے اور دعا فرمائی۔ مغرب کے وقت وہاں سے واپسی ہوئی۔ نماز مغرب کے بعد یہاں بھی ایک جلسہ کا اہتمام کیا گیا۔ حسب پروگرام تلاوت قرآن کریم کے بعد مولانا محمد سلیم صاحب مبلغ دارالعلوم الاسلامیہ بستی نے ایک طویل اور شاندار نعت اور مولانا عتیق الرحمن اثری ندوی نے "تاثر و ناز" میں ڈوبی ہوئی ایک "حمد" سنائی۔ اس کے بعد مولانا عبداللہ صاحب حسنی ندوی اور مولانا محمد سلمان حسینی ندوی کی تقریریں ہوئیں۔ اخیر میں حضرت مولانا دامت برکاتہم نے وعظ و نصیحت کے قیمتی کلمات ارشاد فرمائے اور دعا پر یہ جلسہ بھی ختم ہوگیا۔

نماز عشاء اور عشائیہ سے فراغت اور رات بھر کے استراحت و آرام کے بعد حضرت مولانا اور ان کے رفقائے کرام لکھنؤ واپس تشریف لے گئے حضرت مولانا دامت برکاتہم کی وجہ سے ان تمام پروگراموں میں شہر بستی اور ضلع کے تعلیم یافتہ اور سربرآوردہ لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد شریک ہوئی، اس کے علاوہ یہاں کے عوامی حلقوں نے بھی بڑی خوشی و مسرت اور جوش و خروش کا اظہار کیا اور حضرت مولانا کے تمام بیانات اور تقریروں میں شرکت کی۔

حضرت مولانا مدظلہٗ اور ان کے معزز رفقاء کی یہاں تشریف آوری اور دو روزہ قیام سے ایک روحانی فضا قائم ہوگئی ہے۔ خدا کرے کہ یہ دیرپا ہو۔ دعا ہے کہ خداوند قدوس حضرت مولانا دامت برکاتہم کی ذات گرامی سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے سایۂ عاطفت کو ہمارے سر پر تا دیر قائم رکھے۔ آمین

دور میں ساغر رہے گردش میں پیمانہ رہے
مے کشوں کے سر پہ یارب پیر مے خانہ رہے

بقیہ ص ۲

میں نہ کوئی کجی دیکھو گے اور نہ عیب و کمزوری ہوگی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ مخلوق کو زور کی آواز دے گا، اور سارے کے سارے لوگ جس حال میں پہلے تھے اسی حال میں ہوجائیں گے، جو لوگ زمین کے اندر تھے زمین کے اندر ہوجائیں گے اور جو زمین کے اوپر تھے اوپر ہوں گے، پھر اللہ تعالیٰ عرش کے نیچے سے نرم پر زور کی بارش نازل فرمائے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ آسمان کو بارش برسانے کا حکم دے گا اور چالیس دن تک آسمان پانی برساتا رہے، یہاں تک کہ پانی لوگوں سے بارہ گز اونچا ہوجائے گا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ جسموں کو اُگنے (زندہ) کا حکم فرمائے گا اور وہ سبزی کی طرح اُگ آئیں گے (یعنی زندہ ہوجائیں گے) حتیٰ کہ جب ان کے جسم مکمل ہوجائیں گے اور جیسے پہلے تھے ویسی حالت پر آجائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا جبرئیل و میکائیل زندہ ہوجائیں اور وہ دونوں زندہ ہوجائینگے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ روحوں کو بلائے گا اور روحیں لائی جائیں گی مسلمانوں کی روحیں نور سے دمک رہی ہوں گی۔ اور دوسری روحوں پر سیاہی چھائی ہوگی، اللہ تعالیٰ ان ساری روحوں کو صور میں ڈال دیگا، اور حضرت اسرافیلؑ کو دوبارہ جی اٹھنے کا صور پھونکنے کا حکم دے گا، پھر جی اٹھنے کا صور پھونکا جائے گا اور روحیں اس کثرت سے نکلیں گی جیسے شہد کی مکھیاں، وہ زمین سے لے کر آسمان تک بھر جائیں گی جب یہ سب کچھ ہوجائے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری عزت و جلال کی قسم تمام روحیں زمین کے اندر اپنے جسموں میں داخل ہوجائیں، روحیں ناک کے راستہ سے جسم میں داخل ہوں گی پھر زہر کی طرح پورے جسم میں سما جائے گی جیسے مارگزیدہ کے جسم میں زہر سرایت کرجاتا ہے پھر زمین پھٹ جائے گی اور تم زمین کے اندر سے نکل جاؤ گے، سب سے پہلے میرے لئے زمین پھٹے گی۔ تم زمین کے اندر سے تیزی کے ساتھ نکل کر کشاں کشاں اپنے رب کی طرف چلوگے۔

مھطعین الی الداع یقول الکافرون ھذا یوم عسر۔ (قمر-۸) (اس بلانے والے کی طرف دوڑتے جاتے ہوں گے۔ کافر کہیں گے یہ دن بڑا سخت ہے)۔

ننگے پاؤں، برہنہ جسم، غیر مختون تم سب کے سب ایک طرح سے کھڑے ہوجاؤگے ستر سال تک کھڑے رہوگے اور اللہ تعالیٰ نہ تمہاری طرف دیکھے گا اور نہ تمہارا فیصلہ کرے گا، تم اتنا روؤ گے کہ تمہارے آنسو ختم ہوجائیں گے اور پھر خون کے آنسو روؤ گے اور اس میں ڈوب جاؤ گے یہاں تک کہ تمہارے منہ تک پہنچ جائے گا، یا ٹھڈیوں تک پہنچ جائے گا۔ تم چیخو چلاؤ گے کہ کون ہماری سفارش کرے گا کہ ہمارا خدا ہمارا فیصلہ کردے؟ لوگ کہیں گے تمہارے باپ آدم علیہ السلام سے بڑھ کر اس کا مستحق کون ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست خاص سے پیدا فرمایا ہے ان میں اپنی روح پھونکی ہے اور اس سے قبل ان سے ہم کلام ہوا ہے۔

پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے اسکی درخواست کریں گے، وہ انکار کریں گے اور کہیں گے ننگے پاؤں برہنہ جسم غیر مختون پھر تم سب ایک ہی طرح ۷۰ سال کے بقدر کھڑے ہوگے میں سفارش کے قابل نہیں، اس کے بعد لوگ تمام انبیاء کرام کے پاس جائیں گے، ہر ہر نبی کے پاس جائیں گے اور ہر نبی انکار کردے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہاں تک کہ تم ہمارے پاس آؤ گے میں چلوں گا اور "فحص" میں پہنچکر سجدہ میں گر جاؤں گا حضرت ابوہریرہؓ نے عرض کیا اللہ کے نبی "فحص" کیا چیز ہے؟ آپؐ نے فرمایا عرش کے سامنے ایک جگہ کا نام ہے۔ میں برابر سجدہ میں پڑا رہوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے پاس ایک فرشتہ کو بھیجے گا وہ میرا بازو پکڑ کر مجھ کو اٹھائے گا اور مجھ سے کہے گا اے محمدؐ! میں کہوں گا جی میرے آقا میں حاضر ہوں، اللہ تعالیٰ پوچھے گا تمہارا کیا حال ہے، حالانکہ وہ خوب واقف ہے۔ میں عرض کروں گا اے میرے رب آپ نے مجھ سے شفاعت کا وعدہ فرمایا تھا، اپنی مخلوق کے بارے میں میری شفاعت قبول فرمائیے اور ان کا فیصلہ فرمادیجئے اللہ تعالیٰ جواب میں فرمائے گا میں نے تمہاری شفاعت قبول کرلیا میں تمہارے پاس آرہا ہوں تمہارا فیصلہ کروں گا۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا میں واپس آجاؤں گا اور لوگوں کے ساتھ کھڑا ہوجاؤنگا ہم لوگ کھڑے ہی ہوں گے کہ لوگوں کے چلنے کی زوردار آواز سنائی دے گی، اور دنیائے آسمان سے جتنے ہی لوگ اتریں گے، جتنے انسان اور جن زمین پر ہیں جب زمین سے قریب ہوں گے تو ان کے نور سے زمین روشن ہوجائے گی اور سب اپنی صفوں میں کھڑے ہوجائینگے ہم ان سے پوچھیں گے کیا آپ ہی میں ہمارا رب بھی ہے، وہ جواب دیں گے نہیں وہ ابھی آرہے ہیں، اس کے بعد پھر اور اتنے ہی فرشتے نازل ہونگے یہاں تک کہ اخیر میں اللہ تعالیٰ بادلوں کے سائے اور فرشتوں کے جلو میں نازل ہوگا اس دن عرش خداوندی کو آٹھ فرشتے تھامے ہوں گے۔ اس وقت عرش کو تھامنے والے فرشتے چار ہیں۔ وہ فرشتے اتنے لمبے اور بڑے ہیں کہ ان کا قدم آخری زمین کی سطح پر ہوگا اور زمین و آسمان ان کی کمر تک ہوں گے اور عرش خداوندی ان کے کندھوں پر ہوگا، عرش تھامنے والے ان فرشتوں کی تسبیحات کی آواز زور زور سے سنائی دے رہی ہوگی، وہ کہہ رہے ہوں گے پاک ہے عزت و بڑائی والی ذات، پاک ہے بادشاہت اور عزت و قدرت والی ذات، پاک ہے وہ زندہ و پائندہ ذات جس پر کبھی موت طاری نہ ہوگی، پاک و بے عیب ہے وہ ذات جو مخلوق کو موت دیتی ہے اور خود کو موت نہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ زمین کے جس حصہ پر چاہے گا اپنی کرسی رکھے گا پھر اپنی پر رعب آواز میں فرمائے گا اے جنو اور انسانو! جب سے میں نے تم کو پیدا کیا ہے اس وقت سے اس وقت تک میں تمہاری طرف کان لگائے ہوں تمہاری باتیں سن رہا ہوں اور تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہوں، اب تم میری طرف کان لگالو، یہ تمہارے اعمال اور اس کی فائل ہے تم کو پڑھ کر سنائی جارہی ہے جس کا اعمال نامہ اچھا ہو اللہ کی حمد و ثنا کرے اور جس کا اعمالنامہ اچھا نہ ہو وہ اپنے ہی کو ملامت کرے غیر کو نہیں (کہ یہ اسی کے کرتوت ہیں) پھر اللہ تعالیٰ جہنم کو حکم دے گا اور اس سے ایک اونچی اور کالی گردن نمودار ہوگی اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا،

"وامتازوا الیوم ایھا المجرمون الم اعھد الیکم یابنی آدم ان لا تعبدوا الشیطان انہ لکم عدو مبین وان اعبدونی ھذا صراط مستقیم ولقد اضل منکم جبلا کثیرا افلم تکونوا تعقلون ھذہ جھنم التی کنتم توعدون اصلوھا الیوم بما کنتم تکفرون"

(یٰسین ۵۹-۶۴)

(اور گنہ گارو آج الگ ہوجاؤ اے آدم کی اولاد ہم نے تم سے کہہ نہیں دیا تھا کہ شیطان کو نہ پوجنا وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور یہ کہ میری ہی عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے اور اس نے تم میں سے بہت سی خلقت کو گمراہ کردیا تھا کیا تم سمجھتے نہیں تھے۔ یہی وہ جہنم ہے جس کی تمہیں خبر دی جاتی تھی سو جو تم کفر کرتے رہے ہو اس کے بدلے آج اس میں داخل ہوجاؤ)

اللہ تعالیٰ لوگوں کو الگ الگ کردے گا اور تمام امتوں کو پکارے گا ہر امت کو اس کی کتاب کی طرف بلایا جائے گا۔ ہول و گھبراہٹ کا ایسا عالم ہوگا کہ تمام قومیں اوندھے منہ پڑی ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وتری کل امۃ جاثیۃ کل امۃ تدعی الی کتابھا الیوم تجزون ما کنتم تعملون ۵ (جاثیہ-۲۸)

(اور تم ہر ایک فرقے کو دیکھوگے کہ گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوگا اور ہر ایک جماعت اپنے (اعمال) کی طرف بلائی جائے گی جو کچھ تم کرتے رہے ہو آج تم کو اس کا بدلہ دیا جائے گا)۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ جنوں اور انسانوں کے علاوہ باقی تمام مخلوق کا فیصلہ فرمادے گا، جنگلی جانوروں اور چوپایوں کا فیصلہ فرمائے گا حتیٰ کہ وہ بے سینگ والے جانور کا بدلہ سینگ والے سے لے گا، جب اللہ تعالیٰ اس سے فارغ ہوگا اور کسی جانور پر کسی جانور کا بدلہ باقی نہ رہے گا تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائیگا تم مٹی ہوجاؤ، اس وقت کافر بڑی حسرت کے ساتھ کہے گا اے کاش! میں مٹی ہوتا یالیتنی کنت ترابا۔

ان سے فارغ ہوکر اللہ تعالیٰ بندوں کا فیصلہ فرمائے گا۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ خون کا فیصلہ فرمائے گا بعدہٗ راہ خدا میں شہید ہونے والا شخص آئیگا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا جو شخص قتل ہوا ہے اس کا سر لایا جائے، اس کا سر لایا جائے گا اس کی گردن کی رگوں سے خون

پہ رہا ہوگا، وہ بندہ کہے گا میرے آقا کس بنا پر میرا قتل ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا حالانکہ وہ خوب جانتا ہے، کس غرض سے تم نے گردن کٹائی؟ بندہ کہے گا آقا میں نے آپ کی عزت و بڑائی اور آپ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے سر کٹایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم سچے ہو، اور پھر اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ آسمانوں کے نور کی طرح چمکدار بنا دے گا اور اس سے پہلے فرشتے جنت میں پہنچ جائیں گے (تاکہ اس کو بنا سنوار دیں، اور اس کا استقبال کریں) پھر وہ مقتولین لائے جائیں گے جن کا قتل اللہ کا کلمہ بلند کرنے کی وجہ سے نہ ہوا ہوگا، اللہ تعالیٰ اس مقتول کا سر لانے کا حکم دیں گے جس کی رگوں سے خون جاری ہوگا، بندہ کہے گا آقا میرا قتل کس سبب ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا حالانکہ وہ خوب جانتا ہے تم نے کس غرض سے اس کو قتل کیا۔ وہ بندہ کہے گا میرے آقا میں نے اپنی عزت کے لئے سر کٹایا ہے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم برباد ہوئے، اس کے بعد پھر جتنے مقتول ہوں گے سب کے قاتلوں کو ان کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا، جو شکایت بھی ہوگی اس کا بدلہ لیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ خود مختار ہوگا چاہے گا تو اسے عذاب دے گا اور چاہے گا تو رحم فرمائے گا۔ اس کے بعد جو لوگ باقی رہ گئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کا بدلہ دلائے گا۔ یہانتک کہ جب کسی کو کسی سے شکایت نہ باقی رہے گی۔ اور اللہ تعالیٰ سارے ظالموں سے مظلوموں کا بدلہ لے لیگا حتیٰ کہ دودھ میں پانی ملانے والے سے کہا جائے گا کہ پانی کو دودھ سے الگ کرو، جب اللہ تعالیٰ اس سے فارغ ہوگا تو ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا اور تمام مخلوق اس اعلان کو سنے گی، وہ اعلان کرنے والا کہے گا ہر وہ شخص جو اللہ کو چھوڑ کر دوسرے خداؤں کو پوجتا تھا اور جن معبودوں کی وہ عبادت کرتا تھا ان سے ملے، تو جس شخص نے بھی غیر اللہ کی عبادت کی ہوگی اسی عبادت کرنے کی ہیئت میں ہو جائے گا، چنانچہ اس وقت ایک فرشتہ کو حضرت عزیر کی شکل کا بنا دیا جائے گا، ایک فرشتہ کو حضرت عیسیٰ کی شکل کا بنا دیا جائے گا ایک یہود کی پیروی کرے گا ایک نصاریٰ کی، نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کے معبودان باطل ان کو جہنم کی طرف بلائیں گے، اسی کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

لو کان ھٰؤلاء آلھۃ ما وردوھا وکل فیھا خالدون۔

(اگر یہ لوگ (درحقیقت) معبود ہوتے تو اس میں داخل نہ ہوتے اور یہ سب ہمیشہ (جلتے) رہیں گے)۔

جب صرف مومنین باقی رہ جائیں گے جن میں منافق بھی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ جس ہیئت میں چاہے گا آئے گا، اور فرمائے گا لوگو! لوگ چلے گئے اب تم اپنے خدا سے ملو جس کی تم عبادت کرتے تھے اس کے حضور حاضر ہو، وہ مومن بندے کہیں گے خدا کی قسم اللہ کے سوا ہمارا کوئی اور خدا نہیں اس کو چھوڑ کر ہم کسی اور کی عبادت نہیں کرتے تھے پھر اللہ تعالیٰ ان کے پاس سے چلا جائے گا اور وہ جتنا ٹھہرنا چاہے گا ٹھہرے گا پھر ان کے پاس آئے گا اور فرمائے گا، لوگو! لوگ چلے گئے تم بھی اپنے خداؤں سے جا ملو، ان کے پاس جاؤ جن کی تم عبادت کرتے تھے، وہ مومن بندے کہیں گے خدا کی قسم اللہ کے سوا ہمارا کوئی نہیں اس کے سوا ہم کسی اور کی عبادت نہیں کرتے تھے اس وقت اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلیوں کو کھولے گا اور بندوں کے روبرو اس کی ایسی عظمت کا ظہور ہوگا جس سے سمجھ جائیں گے کہ وہی ان کا آقا ہے، پھر وہ چہروں کے بل بے اختیار سجدہ میں گر جائیں گے اور منافق گدی کے بل گرے گا ان کی کمر اللہ تعالیٰ گائے کی سینگ جیسی کر دے گا اس کے بعد اللہ تعالیٰ انھیں اجازت دے گا اور وہ اپنے سروں کو اٹھائیں گے اور جہنم کے سامنے کئے جائیں گے اللہ تعالیٰ جہنم کے سامنے بال سے باریک راستہ بنائیں گے۔ یا وہ تلوار کی دھار سے زیادہ باریک ہوگا اس کے آنکس لوہے کے کانٹے ہوں گے بالکل سعدان کے کانٹوں کے مثل اس پر جھکاہٹ اور پھسلن والا پل ہوگا، وہ پلک جھپکنے ہی اس سے گزر جائیں گے۔ یا بجلی کی چمک کے مانند یا ہوا کی طرح یا عمدہ گھوڑوں کے مانند، یا اچھی سواری، یا تندرست و توانا انسان کی طرح سے۔ کچھ پار اترنے والے صحیح سالم ہوں گے کسی کو خراش لگے گی اور جس کو چہرے پر زخم لگے گا وہ جہنم میں جا گرے گا۔

پھر جب اہل جنت کے قریب پہنچ جائیں گے تو کہیں گے اللہ تعالیٰ سے کون ہماری سفارش کرے گا کہ وہ ہمیں جنت میں داخل فرمائے، لوگ کہیں گے تمہارے باپ حضرت آدمؑ سے بڑھ کر اس کا اہل کون ہے؟ ان کو اللہ تعالیٰ نے بدست خود پیدا فرمایا پھر ان میں اپنی روح پھونکی اور اس سے پہلے ان سے ہمکلام ہوا۔ وہ سب لوگ حضرت آدمؑ کے پاس آئیں گے اور ان سے شفاعت کی درخواست کریں گے۔ حضرت آدمؑ ایک خطا کا ذکر فرمائیں گے اور کہیں گے میں اس کا اہل نہیں۔ تم حضرت نوحؑ کے پاس جاؤ کہ وہ پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی طرف بھیجا ہے پھر سب لوگ حضرت نوحؑ کے پاس آئیں گے اور ان سے شفاعت کی درخواست کریں گے وہ بھی کسی بات کا ذکر کریں گے اور کہیں گے میں تمہاری شفاعت کا اہل نہیں تم حضرت موسیٰؑ کے پاس جاؤ، سب لوگ حضرت موسیٰؑ کے پاس جائیں گے اور شفاعت کی درخواست کریں گے، وہ بھی کسی گناہ کا ذکر کرکے فرمائیں گے میں شفاعت کا اہل نہیں۔ تم اللہ کی روح اور اس کے کلمہ حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کے پاس جاؤ سب لوگ ان کے پاس جا کر شفاعت کی درخواست کریں گے، وہ کہیں گے میں اس کا اہل نہیں تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ۔ اللہ کے رسول نے فرمایا، اس کے بعد وہ سب ہمارے پاس آئیں گے مجھے اللہ تعالیٰ سے تین شفاعتوں کا حق ہے جن کا میں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ لے لیا ہے، لہٰذا میں جنت کے پاس آؤں گا اور دروازہ کا کنڈہ پکڑ کر جنت کھولنے کے لئے کہوں گا میرے لئے جنت کھول دی جائے گی مجھے سلام پیش ہوں گے خوش آمدید کہا جائے گا جب میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا اور اپنے رب کو دیکھوں گا تو فوراً سجدہ میں پڑ جاؤں گا اللہ تعالیٰ مجھے کچھ دیر اپنی حمد و ثنا اور کبریائی کو بیان کرنے کا موقع دے گا یہ موقع میرے علاوہ مخلوق خدا میں سے کسی کو نہیں ملے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائیں گے محمدؐ! سر اٹھاؤ شفاعت کرو، تمہاری شفاعت قبول ہوگی، مانگو ملے گا، جب میں سجدہ سے سر اٹھاؤں گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا (حالانکہ وہ خوب جانتا ہے) محمدؐ کیا چاہتے ہو؟ عرض کروں گا میرے آقا آپ نے مجھ سے شفاعت قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اہل جنت کے بارے میں میری شفاعت قبول فرما لیجئے کہ وہ جنت میں داخل ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تمہاری شفاعت قبول کر لیا، پھر اہل جنت کو جنت میں داخلہ کی اجازت مل جائے گی۔

اللہ کے رسولؐ فرمایا کرتے تھے "خدا کی قسم اہل جنت اپنے مسکن اور بیویوں کو جانتے ہیں (اور ان سے مانوس ہیں) تم اپنی دنیا کی بیویوں اور اپنے مسکن سے اتنا مانوس و واقف نہیں"۔

پھر ان جنتیوں میں کا ہر شخص جنت کی اپنی ۷۲ حوروں کے پاس پہنچے گا جو بالکل ویسی ہی ہوں گی جیسا ان کو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے ان ۷۲ حوروں کے علاوہ اس کی دو بیویاں دنیا کی بھی ہوں گی دنیا والی عورتوں کو دنیا میں اللہ کے ذکر و عبادت کی وجہ سے حوروں پر ان کو افضلیت حاصل ہوگی۔

تم پر لازم ہے ان دونوں میں سے اول اول پہلی کے پاس جاؤ جو یاقوت سے بنے ہوئے کمرہ میں سونے کی چارپائی پر ہے جس میں موتی جڑے ہوئے ہیں سندس واستبرق (دو قیمتی ریشمی کپڑے) کی ستر (۷۰) تہیں لگی ہوئی ہیں جنتی اپنا ہاتھ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دے گا پھر وہ اس کے کپڑوں، کھال اور گوشت کے پار دیکھے گا۔

اس کی پنڈلیوں کا گوشت اس کو ایسا نظر آئے گا جیسے تم یاقوت کی لڑی کے پار دیکھتے ہو، اس شخص کا دل اس جنتی عورت کے لئے آئینہ ہوگا، اس عورت کا دل اس جنتی کے لئے آئینہ ہوگا۔ وہ جنتی اس عورت کے پاس ہوگا نہ وہ اس سے اکتائے گا نہ عورت اس سے اکتائے گی کہ اتنے میں آواز آئے گی کہ معلوم ہے کہ تم نہ اکتاؤ گے نہ عورت اکتائے گی، اس کے علاوہ تمہاری دوسری بیویاں بھی ہیں۔ وہ شخص ان کے پاس سے چلا آئے گا دوسری بیویوں کے پاس باری باری سے جائے گا جس بیوی کے پاس بھی وہ پہنچے گا وہ کہیں گی خدا کی قسم جنت میں تم سے بڑھ کر حسین کوئی نہیں اور نہ جنت کی کوئی چیز تم سے زیادہ مجھے محبوب ہے۔

آپ نے فرمایا اور جب جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے آپ کے رب کی مخلوق میں سے اس میں ایسے لوگ داخل ہوں گے جن کو ان کے اعمال نے برباد کیا، کسی کے قدم تک آگ ہوگی کسی کی کمر تک ہوگی کسی کا چہرے کے علاوہ پورا جسم آگ میں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی صورت کو اس پر حرام کیا ہے۔

اللہ کے رسولؐ نے فرمایا، پھر میں کہوں گا میرے آقا میری امت کے جو لوگ

جہنم میں داخل ہو گئے ان کے لئے میری شفاعت قبول فرما۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جن کو تم پہچانتے ہو نکال لو ایسے لوگ نکال لئے جائیں گے حتیٰ کہ کوئی بھی ان میں سے باقی نہ بچے گا، اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ مجھے شفاعت کی اجازت دیں گے، اس کے بعد ہر نبی اور شہید کو شفاعت کی اجازت ملے گی اور پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا جس کے دل میں دینار کے برابر بھی ایمان ہو اس کو نکال لو پھر یہ لوگ نکال لئے جائیں گے کوئی باقی نہ بچے گا۔ اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ شفاعت کرے گا اور فرمائے گا جس کے اندر دینار کا دو ثلث ایمان ہوگا اس کو بھی نکال لو، پھر فرمائیگا جس کے اندر ایک قیراط ایمان ہو اس کو بھی نکال لو، پھر جب یہ سب لوگ نکال لئے جائیں گے اور کوئی ایسا شخص باقی نہ رہیگا جس نے اللہ کے نام پر کبھی کوئی نیکی کی ہو، اور ایسا کوئی شخص نہ بچے گا جس کی کوئی شفاعت کرنے والا ہو مگر اس کی شفاعت منظور ہو جائے گی، حتیٰ کہ ابلیس بھی جب اللہ تعالیٰ کی یہ رحمت دیکھے گا تو اس امید میں کہ اس کی شفاعت ہو جائے سر اٹھا اٹھا کر دیکھے گا۔

تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا اب میں شفاعت کے لئے باقی رہ گیا اور میں سب سے زیادہ مہربان ہوں یہ فرما کر اپنا ہاتھ جہنم میں ڈالے گا اور اتنے لوگوں کو نکال لے گا جن کا شمار اس کے سوا کوئی دوسرا نہیں کر سکتا، ان لوگوں کو اللہ ایک نہر پر روک لے گا جس کا نام حیوان ہے وہ اس طرح شاداب رو ہو جائیں گے جیسے سیلاب کے سیل کچیل میں دانہ اگ آتا ہے پھر جس کو دھوپ لگتی ہے ہرا بھرا ہوتا ہے اور جو سایہ میں ہوتا ہے اس کو دھوپ نہیں لگتی پیلا ہوتا ہے وہ زندہ ہو کر چھوٹی پیلی چیونٹیوں کی طرح ہوں گے، انکی گردنوں پر لکھا ہوگا رحمٰن کے آزاد کئے ہوئے جہنمی جنتی ان کو اس کتبہ سے پہچانیں گے انھوں نے اللہ کے لئے کبھی کوئی بھلا کام نہیں کیا پھر وہ جنت ہی میں رہیں گے۔

مندرجہ بالا باتیں ابوبکر عربی کی اصل ابو یعلیٰ سے مروی تھیں اور یہ مشہور حدیث ہے بہت سے ائمہ نے اپنی کتابوں میں اس کو نقل کیا ہے۔ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں، طبرانی نے مطولات میں، ابوبکر عربی کی اصل میں جو انھوں نے ابو یعلیٰ کے حوالہ سے بیان کیا ہے یہانتک ہے۔ اور یہ مشہور حدیث ہے اور ائمہ کی بڑی تعداد نے اس کو اپنی کتابوں میں معدد نقل کیا ہے مثلاً ابن جریر طبری نے اپنی تصنیف میں اور طبرانی نے مطولات میں۔ حافظ بیہقی نے اپنی کتاب البعث والنشور میں اور حافظ ابو موسیٰ مدینی نے متعدد طرق سے مطولات میں بھی ذکر کیا ہے۔ اسحٰق بن رافع کے حوالہ سے جو اہل مدینہ کے واعظ تھے ان کی وجہ سے اس پر کلام کیا گیا ہے۔

اس کی بعض سندوں میں نکارت واختلاف ہے۔ میں نے اس کے مختلف طرق کو الگ بیان کیا ہے۔ میں نے واضح کیا ہے کہ اسماعیل بن رافع مدینی حدیثیں وضع کرنے والے لوگوں میں نہیں ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اس حدیث کو مختلف طرق اور متفرق جگہوں سے لیا ہے پھر سب کو جمع کرکے اس طرح بیان کیا ہے جیسے مسلسل ایک ہی روایت ہے اس حدیث کو وہ اہل مدینہ کے سامنے بیان کرتے تھے ان کے عہد کے بڑے بڑے اعیان مجلس میں حاضر ہوتے ہیں اور اس روایت کو بڑے بڑے لوگوں نے ان کے حوالہ سے روایت کیا ہے۔ مثلاً ابو عاصم نبیل ولید بن مسلم، مکی بن ابراہیم، محمد بن شعیب بن سابور ان کے غلام ابن سلیمان اور بھی ان کے علاوہ لوگوں نے روایت کیا ہے اور ان سے اختلاف کیا ہے۔ کبھی وہ عن محمد بن زیاد عن محمد بن کعب عن رجل عن ابی ہریرۃ کہتے ہیں اور کبھی عن رجل کو سند سے ساقط کر دیتے ہیں، کبھی اس کو اسحٰق بن راہویہ نے عن عبدۃ بن سلیمان، عن اسماعیل بن رافع عن محمد بن زید عن ابی زیاد عن رجل من الانصار عن محمد بن کعب عن رجل من الانصار عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم پوری طویل حدیث بیان کی ہے۔ ان رواۃ میں بعض سندوں میں الرجل الاول ساقط ہے، ہمارے حافظ المزی نے فرمایا اور یہ اقرب الی الفہم ہے۔ فرمایا وقد رواہ عن اسماعیل بن رافع عن الولید بن مسلم۔ ان کی اس پر ایک کتاب ہے، بین شواھدہ من الاحادیث الصحیحۃ۔ حافظ ابن موسیٰ مدینی نے اس پوری حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرمایا، اس حدیث میں اگرچہ بعض ایسے راوی ہیں جن پر کلام کیا گیا ہے لیکن اسکی اکثر باتیں متفرق طور پر معتبر سندوں سے بیان کی گئی ہیں، پھر انھوں نے اس کی غرابت پر کلام کیا ہے۔

سوال و جواب

محمد طارق ندوی

سوال: نماز جنازہ کے سلام کے فوراً بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

جواب: نماز جنازہ کے فوراً بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا شرعاً درست نہیں ہے، اس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ہے، نماز جنازہ خود ہی دعا ہے، ہاں لوگ اپنے اپنے دل میں بغیر ہاتھ اٹھائے دعائے مغفرت کرتے رہیں تو جائز ہے، بعد نماز جنازہ اجتماعی طور پر دعا کرنا ثابت نہیں ہے۔

سوال: اگر کوئی شخص نماز جنازہ میں سہواً تکبیر ثانیہ کے وقت بھی رفع یدین کرلے تو اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب: نماز جنازہ میں کسی تکبیر پر رفع یدین کرنے سے نماز جنازہ فاسد نہیں ہوگی، نماز ہو جائے گی۔

سوال: نماز جنازہ میں امام نے تیسری تکبیر کہہ کر بھولے سے ایک جانب سلام پھیر دیا، پھر یاد آیا یا پیچھے سے مقتدی نے لقمہ دیا تو اب امام کیا کرے؟

جواب: بھولے سے سلام پھیرا ہو تو اب چوتھی تکبیر کہہ کر سلام پھیرلے نماز صحیح ہو جائے گی۔

سوال: چپل یا جوتے پہن کر یا ان پر پیر رکھ کر نماز جنازہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: چپل یا جوتے پہن کر یا ان کو نکال کر ان پر پاؤں رکھ کر نماز جنازہ پڑھنے کی صورت میں چپل یا جوتوں کا پاک ہونا ضروری ہے اگر وہ پاک ہوں گے تو نماز جنازہ صحیح ہوگی ورنہ نہیں۔

سوال: ایصال ثواب کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

جواب: ایصال ثواب کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ مالی عبادت ہو یا بدنی عبادت، صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضامندی کے لئے کرے اور اس کا ثواب کسی کو بخش دے۔ اس میں خاص اشیاء اور خاص تاریخوں کی تخصیص نہ کرے بلکہ جو چیز جب بھی میسر ہو اس کو صدقہ کر دے اور اس کا ثواب میت کو بخش دے۔

سوال: کسی اہم شخص کے اعزاز میں اس کی موت کے بعد جشن پیدائش یا جشن وفات منانا کیسا ہے اور شریعت میں کہیں سے اس کا جواز ثابت ہے؟

جواب: جشن پیدائش یا جشن وفات منانے کی شرعی کوئی حیثیت اور اصل نہیں ہے، اس کا ثبوت شریعت مطہرہ میں کہیں نہیں ملتا ہے۔

سوال: اپنی زندگی میں قبر بنوانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اپنی زندگی میں قبر بنوانا جائز ہے۔ ومن حفر قبراً لنفسہ فلا بأس بہ ویوجر علیہ کذا فی التاتار خانیۃ۔ فتاویٰ عالمگیریہ جلد اول ص ۲۳۳۔

سوال: پنجوقتہ نمازوں میں یا جمعہ کی نماز میں مقتدی اور امام کا تکبیر کہنے سے پہلے یا قد قامت الصلوٰۃ کہتے وقت کھڑا ہونا کیسا ہے اور تکبیر سے پہلے کھڑے ہو جائیں تو یہ عمل مکروہ ہے یا نہیں؟

جواب: صفوں کی درستگی کے خیال سے تکبیر شروع کرتے ہی کھڑا ہو جانا چاہئے فقہ کی کتابوں میں حی علی الفلاح کہنے پر کھڑا ہونا لکھا ہے یہ اس کی آخری استحبابی حد ہے اس سے قبل کی ممانعت کرنا مقصود نہیں۔ قد قامت الصلوٰۃ کہتے وقت کھڑے ہونے کے بارے میں اس وقت حکم ہے جب مصلی صفوں کی درستگی کا پورا خیال رکھتے ہوں اور امام کی تاکید کے بغیر صفوں کو سیدھا کر لیتے ہوں مگر چونکہ آجکل اس میں بہت کاہلی اور سستی برتی جانے لگی ہے لہٰذا پہلے سے صفوں کی درستگی کا حکم دیا جائے گا نیز صفیں سیدھی کرنا واجب ہے اس کی بہت تاکید ہے اور نہ کرنے پر سخت وعید ہے حضورؐ صفوں کی درستگی کا بہت اہتمام کرتے تھے اور بسا اوقات صحابہ کرام حضورؐ کے مصلیٰ پر تشریف لانے سے پہلے شروع اقامت میں صفوں کو درست کرنے کی غرض سے کھڑے ہو جاتے تھے اسلئے اس کا زیادہ اہتمام کرنا چاہئے، بعض لوگ اس مسئلہ میں حد سے تجاوز کرتے ہیں قد قامت الصلوٰۃ سے پہلے کھڑے ہونے والوں پر طعن و تشنیع کرتے ہیں یہ غیر شرعی ہے۔

(ادارہ)

دار العلوم ندوۃ العلماء کے طلبہ کی انجمن "الاصلاح" میں

علمی نمائش

طلبہ کی انجمن کے ناظم محمد اسحٰق حسینی نے ندوی فضلا کی علمی خدمات کی نمائش کا اعلان کیا تھا اور اس سلسلے میں ندوی فضلاء سے رابطہ قائم کیا تھا اس نمائش کے ساتھ توسیع خطبات کا بھی نظام تھا اس لئے اس کی تاریخیں ۴، ۵، ۶ر اپریل مقرر تھیں۔ ۴ر اپریل کی شب میں مغرب بعد افتتاحی جلسہ ہوا جس کی صدارت مولانا سید ابو الحسن علی میاں ندوی مدظلہ، نے فرمائی۔ تلاوت کلام پاک، ترانۂ ندوہ اور صدر محترم کی مختصر افتتاحی تقریر کے بعد پروفیسر ڈاکٹر نذیر احمد صاحب صدر شعبۂ فارسی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے "اسلام اور روایت" کے موضوع پر مقالہ پیش کیا۔

دوسرے دن ۵ر اپریل کو دس بجے علمی نمائش کا افتتاح مولانا سید ابو الحسن علی میاں ندوی نے فرمایا اس نمائش میں ندوی فضلاء کی تصنیفات اور بہت سے علمی چارٹ ندوی فضلاء کی خدمات کے پیش کئے گئے تھے۔ ایک طرف طلبائے ندوہ کے قلمی رسالہ "الاصلاح" کی جلدیں ایک طویل میز پر لگی ہوئی تھیں جو بزبان حال کہہ رہی تھیں کل جنھوں نے مجھے ترتیب دیا تھا وہ آج بڑے مصنف اور صاحب قلم ہیں اور کچھ تو گراں بہا خدمات انجام دے کر اللہ کو پیارے ہوگئے ہیں، تم بھی اپنا وقت ضائع نہ کرو مستقبل کی طرف قدم بڑھاؤ۔ نمائش ہال جب مولانا محمد ثانی حسنی مرحوم کی نظم مقاصد ندوہ پر سرور عالم نے پڑھا تو سماں بندھ گیا اس کے بعد جمالیہ ہال میں توسیع خطبات کا دوسرا دور مولانا سید ابو الحسن میاں ندوی ہی کی صدارت میں شروع ہوا جس میں حکیم عبد القوی صاحب مدیر "صدق جدید" نے مولانا عبد الماجد دریابادی "صبح" کے آئینہ میں" کے موضوع پر اپنا گرانقدر مقالہ پیش کیا، ان کے بعد پروفیسر جے گوپال تیواری ایس. وی. کالج علی گڑھ نے "سوویت روس میں اسلام" کے عنوان پر مفصل تقریر کی۔

جلسہ کی کاروائی جاری ہی تھی کہ ندوہ کی پرسکون و دلکش فضا میں مؤذن کی صدا گونجی۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ حی علی الفلاح۔ حی علی الفلاح۔ جلسہ کی کاروائی بند ہوگئی اور حاضرین ندوۃ العلماء کی پرشکوہ مسجد کی طرف روانہ ہوگئے۔ خطیب کی آواز پر کان لگانے والے چند منٹ کے اندر اپنے رب کے حضور کاندھے سے کاندھا ملاکر کھڑے تھے۔ یہ تھی ظہر کی نماز۔

مغرب بعد تیسری نشست ہوئی جس میں ڈاکٹر نثار احمد فاروقی شعبۂ عربی دہلی یونیورسٹی نے "ہندوستان میں تصوف، نئے مسائل و حالات" کے موضوع پر اپنا گرانقدر مقالہ پیش کیا چونکہ اگلے دن صبح ہی کو مولانا سید ابو الحسن علی میاں ندوی مدظلہ، کا سفر تھا اس لئے یہی نشست اس پروگرام کی اختتامی نشست بھی تھی۔

اس سلسلہ میں مزید تفصیلات انشاء اللہ آپ اگلے شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

دعائے مغفرت

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام دار العلوم ندوۃ العلماء کے دفتری کارکن محمد معروف صاحب کے بڑے بھائی حاجی محمد یوسف صاحب جو بانجریا میں محکمۂ تعلیم میں اعلیٰ عہدہ پر فائز تھے ایک کار حادثہ میں وہ، ان کی اہلیہ محترمہ اور ایک صاحبزادے شہید ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم بہت خوبیوں کے مالک تھے، بے یار و مددگار، محتاجوں و یتیموں کی پوشیدہ طور پر اعانت و مدد فرماتے تھے۔ بہت خلیق و ملنسار تھے۔ قارئین تعمیر حیات سے ان مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

جو طاق حرم میں روشن ہے وہ شمع یہاں بھی جلتی ہے

ندوہ کے جشن علمی میں نمائش کا افتتاح

لکھنؤ ۴ر اپریل۔ دار العلوم ندوۃ العلماء کے طلبا کی تنظیم جمعیۃ الاصلاح کے جشن علمی کے موقع پر آج صبح دس بجے رحمانیہ ہوسٹل کے ہال میں مولانا ابو الحسن علی ندوی نے نمائش کا افتتاح فیتہ کاٹ کر کیا۔ اس موقع پر ندوہ کا ترانہ بھی پڑھا گیا۔

نمائش میں دار العلوم کے سابق طلبا کی ان کاوشوں کو نمایاں کیا گیا ہے جن کی اساس پر جمعیۃ کی بنیاد ڈالی گئی تھی۔ برسوں پہلے جس پودے کی آبیاری علم و ادب کے متوالوں نے کی تھی آج وہ تناور مضبوط درخت بن چکا ہے۔

جمعیۃ الاصلاح کے زیر اہتمام جس کے رسائل برائے نام تھے اس وقت طلبا نے اپنے علمی ادبی اور تاریخی مضامین ہاتھ سے لکھ کر مجلد کراکے علم کی پیاس بجھانے کی کوشش کی تھی نمائش میں سب سے قدیم قلمی رسالہ ۱۹۱۰ء کا ہے۔ ان رسائل کے زیادہ قلم کار آج عالمی شہرت کے مصنف بن چکے ہیں اور کچھ لوگ اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں ان میں ڈاکٹر عبد العلی، سید سلیمان ندوی وغیرہ شامل ہیں۔

کالی اور نیلی روشنائی میں تحریر ان قلمی رسائل میں ادب، مذہب، تاریخ، فلسفہ اور موجودہ زمانہ کے حالات پر مشتمل مضامین شامل ہیں۔ اردو رسائل کی طرح انگریزی رسائل جو ٹائپ کئے ہوئے کاغذ پر مشتمل ہیں نمائش میں اپنی جانب متوجہ کرتے ہیں ان میں فرینڈ۔ مسیج۔ لیڈر اور آدر و ائس شامل ہیں۔

ایک طرف یہ قلمی نسخے ہیں تو دوسری جانب جدید دور کی ٹکنالوجی کی نعمتوں سے فائدہ اٹھا کر طبع کرائی گئی کتابیں اور تحقیقی مقالے ہیں۔ یہ کتابیں ندوہ کے فارغ التحصیل طلباء اور محققین کی ہیں ان میں صرف ندوہ ہی نہیں بلکہ ملکی و غیر ملکی یونیورسٹیوں میں تحقیقی کام کرنے والے ندوی حضرات کے مقالے شامل ہیں۔

شیشے کے فریم میں ندوہ تحریک کی تاریخ، اس کے مؤسسین کے نام اور اغراض و مقاصد درج ہیں اور ایک دوسرے فریم میں جمعیۃ الطلبا کے نام ارسال کئے گئے دانشوروں، عالموں اور ادیبوں کے پیغامات ان کی اصلی تحریریں موجود ہیں۔ ان میں مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی مولانا عبد الماجد دریابادی، شیخ التفسیر مولانا اویس احمد نگرامی، شاہ معین الدین احمد ندوی، مولانا مناظر احسن گیلانی اور رئیس احمد جعفری شامل ہیں۔

"علامہ اقبال کی نظر میں سید سلیمان ندوی" کی تختی اپنی جانب متوجہ کرتی ہے۔

نمائش ندوی عربی شاعروں، مصنفوں، صحافیوں، عالموں، محققین اور دانشوروں کے نام بھی یاد دلاتی ہے۔ افتتاح کے بعد ہال میں حکیم عبد القوی دریابادی اور پروفیسر جے تیواری نے مقالے پڑھے۔ ابتدا تلاوت کلام پاک سے ہوئی تھی۔ صدارت مولانا ابو الحسن علی ندوی نے کی۔ سامعین میں طلبا، اساتذہ کے علاوہ، لکھنؤ یونیورسٹی کے شعبہ عربی کے اساتذہ اور طلبا بھی موجود تھے۔

(بشکریہ قومی آواز لکھنؤ)

بلا تبصرہ

"سی" راج گوپال اچاریہ نے بجا طور پر کہا تھا کہ مذہب ہمارا سب سے بہتر پولیس مین ہے اگر معقول ڈھنگ سے پیش کیا جائے تو مذہب نفرت کے زہر کا انتہائی مؤثر تریاق بن سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ لوگ ایک دوسرے سے محبت کرنا سیکھ سکیں لیکن ان کی سمجھ میں یہ بات تو آہی جائے گی کہ لوگوں سے نفرت کرنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے ایک چوہے سے نجات حاصل کرنے کے لئے آپ اپنے گھر کو آگ لگا دیں۔ نصابی کتابوں پر نظر ثانی کرنے اور مختلف فرقوں کے درمیان جانبداری اور عصبیت کے رجحان کو فروغ دینے والے واقعات کی غلط اور شر انگیز تعبیر و تشریح کو ان سے خارج کرنے کے بارے میں اب تک بہت کچھ لکھا اور کہا جا چکا ہے لیکن عملی میدان میں بات کچھ زیادہ آگے نہیں بڑھ سکی ہے۔"

خشونت سنگھ

سنڈے ۳ تا ۹ر اپریل

نگران اعلیٰ
مولانا ابو العرفان ندوی

مجلس ادارت
شمس الحق ندوی
محمود الازہار ندوی

پرنٹر پبلشر جمیل احمد ندوی نے پرکاش پیکرز، گولا گنج لکھنؤ میں طبع کراکے دفتر "تعمیر حیات" شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے لئے شائع کیا۔

طلبہ کا صفحہ

علم و اخلاق

منصب امامت و قیادت کا ناگزیر عنصر ہے

ضیاء الدین اعظمی ندوی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا کی خلافت دے کر اس کو اپنی دوسری تمام مخلوقات پر فوقیت عطا فرمائی ہے اور اس کو عقل و دانائی کے زیور سے مزین کرکے زمین و آسمان کی نعمتوں کو اس کے لئے مسخر کر دیا ہے، تاکہ منصب خلافت کی ادائیگی میں ان انعامات سے استفادہ کرے، اور بندوں کے اندر اپنے رب کے احکامات کے نفاذ و ترویج میں کوشاں اور سکون و آرام کے ساتھ ممکنہ ذرائع کو استعمال میں لاتے ہوئے اپنے فرائض کی انجام دہی میں مشغول رہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے و لقد کرمنا بنی آدم وحملناہم فی البر والبحر ورزقناہم من الطیبات وفضلناہم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلاً۔

خلافت الٰہیہ کے اغراض و مقاصد کی عظمت و اہمیت کار خلافت کے حاملین سے چند مہتم بالشان صلاحیتوں کا تقاضا کرتی ہے جس کے بغیر انسان اس منصب عظیم کا متحمل نہیں بن سکتا۔ (۱) علم کی وسعت و گہرائی (۲) اخلاق کی بلندی و پاکیزگی (۳) احساس ذمہ داری اور اس کو پورا کرنے کا شوق و جذبہ۔ علامہ سر محمد اقبال مرحوم نے اپنے مشہور زمانہ شعر میں اسی طرف اشارہ کیا ہے ؎

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہے یہ مردوں کی شمشیریں

اور اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جملہ صفات میں سے ایک اہم صفت یہ بھی بیان فرمائی ہے، ارشاد باری ہے، "لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیہم رسولاً من انفسہم یتلوا علیہم آیاتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین"۔ (آل عمران)

مفسرین نے اس آیت کریمہ کا مطلب یہی بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف قاصد و پیامبر نہیں تھے بلکہ کتاب اللہ اور اس کے احکام کی تبلیغ و تعلیم، حکمت و دانائی کی تلقین لوگوں کے اخلاق و عقائد کی درستگی و پاکیزگی پر توجہ اور ان کے اندر ایمان و عمل کے جذبہ کی آبیاری، آپ کے فرائض منصبی کے نمایاں اور درخشاں پہلو تھے۔

اسلام سے پہلے عربی معاشرہ میں تعلیم کا رواج نہ تھا صرف ایک محدود تعلیمیافتہ طبقہ تھا، جہالت کے سبب عربوں کا معیار زندگی نہایت پست تھا، اخلاقی گراوٹ اور تہذیب و تمدن کی پستی نے ان کو انسان نما درندہ بنا دیا تھا اور حکومت کے سنبھالنے کی صلاحیت کے فقدان کی بنا پر ان کا کوئی اجتماعی نظام نہ تھا، ہر قبیلہ خود مختار و خود سر تھا اور جاہلی نخوت و عصبیت کے باعث باہمی چپقلش و جنگیں رہا کرتی تھیں، اسلام نے سب سے پہلے حصول علم پر ابھارا اور علم کی فضیلت و اہمیت اور ضرورت سے لوگوں کو آگاہ کیا بلکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی آیت کا نزول امر کے صیغہ سے ہوا۔ اقرأ باسم ربک الذی خلق (پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا)۔ قرآن کریم علم اور اہل علم کی فضیلت و عظمت کو متعدد جگہوں پر بڑی وضاحت سے بیان کرتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات۔ اور فرماتا ہے قل ہل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔ اور علم کے حاصل کرنے کی طرف بلاتے ہوئے فرماتا ہے قل رب زدنی علماً۔ علم سے مراد دین و شریعت کے احکام و فرائض کے رموز و اسرار کو جاننا اور اس کو اپنی اور دوسروں کی زندگی پر منطبق و نافذ کرنے کا طریقۂ کار سمجھنا و معلوم کرنا ہے اور صاحب منصب و عہدہ اپنے مناصب کے مقتضیات پر اسی وقت صحیح عمل پیرا ہو سکتا ہے جب کہ فرائض و واجبات کے اصول و قانون کی باریکیوں سے پوری طرح واقف ہو اور لوگوں کے مزاج و فطرت کی نزاکتوں کا علم ہو ورنہ کسی صورت میں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا، یہی وجہ ہے کہ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ، تفقہوا قبل ان تسودوا (بخاری) یعنی دینی سیادت و قیادت سنبھالنے سے قبل دین کے اصول و ضوابط اور شریعت کے راز و باریکی کا پورا علم و واقفیت حاصل کرلو اور اپنی زندگیوں کو اسلامی رنگ میں ڈھال لو، پھر خوش اسلوبی اور حکمت عملی اور لوگوں کے مزاج و معیار کے مطابق دین کی دعوت دو تاکہ تمہارے اعمال اخلاق اور دلائل و براہین سے متأثر ہوکر دل سے اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر لبیک کہیں جیسا کہ اللہ فرماتا ہے " ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلہم بالتی ہی احسن"۔

انھیں وجوہات کی بنا پر خلافت و قیادت کا مرتبہ انھیں حضرات کو نصیب ہوا ہے جو انبیاء علیہم السلام کے علم و عمل اور ان کے دعوتی طریقۂ کار سے اچھی طرح واقف ہوں ان کی زندگیاں اسوۂ نبوی کے مطابق ہوں اپنے حق کی ادائیگی میں مصائب و مشکلات کو برضا و رغبت برداشت کرنے کا شوق و جذبہ ہو اور جن کا اخلاق و اخلاص اور تقویٰ و طہارت ان کے علم کی طرح اعلیٰ اور ان کے قول و فعل میں عملی مطابقت ہو، چونکہ امت اسلامیہ سب سے آخری امت ہے لہٰذا اسلام نے اس کی تربیت میں اس کی زندگی کے کسی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا ہے اگر ایک طرف حصول علم کی رغبت دلائی ہے تو دوسری طرف اس کے اخلاق و ایمان کو بلند کرنے کی بھی فکر کی ہے تاکہ دینی قیادت کی ذمہ داری سنبھالنے اور اس کو تا قیامت نبھانے کی صلاحیت مکمل طور پر پیدا ہو جائے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ آپ نے مسلمانوں کو آداب زندگی کے اصول بتائے ان کے کھانے پینے، نشست و برخاست، سفر و حضر، سونے جاگنے، ہنسنے بولنے، میل و ملاپ، رہن سہن، لکھنے پڑھنے، عبادت و ریاضت حتیٰ کہ پاخانہ و پیشاب کے طور طریقے کی اصلاح و تربیت فرمائی اور ہر ایک کے لئے اصول متعین فرمائے۔ امت اسلامیہ کے جن افراد نے ان تعلیمات کو علمی و عملی لحاظ سے اپنی زندگی کا حصہ بنا لیا وہ انبیاء علیہم السلام کے جانشین اور علماء کہلائے اور خلافت الٰہیہ اور قیادت امت کے صحیح حقدار ٹھہرے جیسا کہ متفق علیہ حدیث ہے، ان العلماء ورثۃ الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دیناراً ولا درہماً انما ورثوا العلم فمن اخذہ اخذ بحظ وافر۔ اور قرآن پاک میں انھیں باعمل علمائے مخلصین کی فضیلت و برتری کا ذکر مجید ہوا ہے۔

حضرات صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین علمائے برحق اور رسول عربی کے جانشین حقیقی تھے جنھوں نے اپنے اعمال و کردار، علم و اخلاق اور دین و ایمان پر فدا ہونے کے جذبہ کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو نبھایا اور اسلام کی دعوت و تبلیغ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی تطبیق و تنفیذ کو ہر حال میں مقدم رکھا ان کے قول و فعل کی مناسبت اور ظاہر و باطن کی یکسانیت نے انھیں دنیا و آخرت کی خلافت و قیادت کے مرتبہ پر پہونچا دیا اور ان کے بعد علمائے اسلام اور سلف صالحین نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ و تابعین کے طور و طریقہ پر چل کر اسلام کی عظمت و شوکت میں چار چاند لگا دیا، وہ "وانتم الاعلون ان کنتم مومنین" کی واضح اور عملی تفسیر تھے۔

آج عصر حاضر میں مسلمان اپنی کثرت تعداد کے باوجود مختلف پریشانیوں سے دو چار ہیں اور ذلت و رسوائی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں کیونکہ ان کی زندگیاں اسلامی شریعت و قانون کے برعکس ہیں۔

• تبصرۂ کتب

مطالعہ کی میز پر

تحفۂ دکن : از مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی
صفحات : ۸۴　قیمت : چھ روپیہ
شائع کردہ :۔ مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ

یہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی ان تقریروں کا مجموعہ ہے جو انھوں نے اپنے سفر حیدر آباد و اورنگ آباد کے دوران قیام (۱۰ تا ۱۷ اکتوبر ۱۹۸۲ء) مختلف مجلسوں میں فرمایا، کتاب نہ صرف تحفۂ دکن ہے بلکہ تحفۂ فکر و فن بھی ہے، وہ محض ضیافت طبع کا سامان نہیں، فکر انگیز بھی ہے اور خیال افروز بھی، تعلیم مسلم نوجوانوں کی ذہنی تربیت و اصلاح خیال کا ذریعہ بھی، دینی و علمی قیادت، تعلیمی و تربیتی کام کرنے والوں کے مخلصانہ مشورہ اور وسیع و عمیق تجربوں کا نچوڑ بھی۔

مولانا کی ہر کتاب کی خصوصیت اور اس کی امتیازی شان ان کا سوز جگر اور قوم و ملت کا درد ہے مولانا کے متعلق یہ لکھنا کہ وہ اپنے وقت کے ادیب ہیں، مورخ و خطیب ہیں، ایک منجھے ہوئے صاحب قلم ہیں مولانا کی اب کوئی تعریف نہیں یہ سب کچھ مولانا کی اس تڑپ کا نتیجہ اور کرب و بے چینی کا عکس ہیں جو مولانا کے دل درد مند سے آہ بلکہ آب حیات بن کر نکلتے ہیں۔ عربی کی مشہور مثل ہے لیست النائحۃ کالثکلی کرایے پہ رونے والی کا رونا اصل مصیبت زدہ کے رونے کی طرح نہیں ہو سکتا جس کا لخت جگر مر گیا ہو۔

تحفۂ دکن کا بغور مطالعہ کرنے والا شخص بخوبی یہ محسوس کرے گا یہی وجہ ہے کہ مولانا جس خشک سے خشک موضوع یا خالص علمی موضوع پر بھی زبان یا قلم کو حرکت دیتے ہیں تو اس میں ایک حلاوت و مٹھاس شوق و کشش کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

. . . . . تحفۂ دکن کے مطالعے سے زندگی کے میدان میں کام کرنے اور اپنے مقام کو پہچاننے کی قندیلیں روشن ہو جائیں گی جیسا کہ خود اس کے عنوانات سے عیاں ہے:-

۱۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی ذمہ داری۔
۲۔ علمائے دین کا منصب۔ استقامت اور حقیقت پسندی کا جامع۔
۳۔ غیر اسلامی شعائر و رسوم کی نقل و تقلید سے احتراز کی ضرورت۔
۴۔ قصہ سات جواں مردوں کا۔
۵۔ سیرت و کردار کی تبدیلی کی ضرورت۔
۶۔ عربی زبان کی تحصیل و مہارت کا سب سے طاقتور محرک۔

نصیحتیں اور وصیتیں : مرتبہ جناب عبد المجید صاحب اصلاحی
قیمت : دس روپیہ　صفحات : ۱۷۶
شائع کردہ : انجمن دار التعلیم والصنعت جاجمؤ کانپور

کتاب جیسا کہ نام سے واضح ہے نصیحتوں اور وصیتوں کا مجموعہ ہے جس کو مرتب نے بکمال خوبی پروردگار عالم کی نصیحتوں اور اس کے آخری رسول کی وصیتوں سے شروع کر کے دیگر انبیاء کرام حضرت علیؓ اور بعض دیگر صحابۂ کرام اور حکام وقت اور امراء اور علماء کی قیمتی نصیحتوں اور وصیتوں کو جمع کر دیا ہے۔ اخیر میں کتاب کے مرتب اور طبع کرانے والے جناب الحاج منت اللہ صاحب جاجمؤ کانپور کی وصیتیں (اپنے بیٹوں) اور تمام بچوں اور عامۃ المسلمین کے نام ہیں۔ اخیر میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے نام بھی وصیت ہے۔

کتاب قابل مطالعہ اور مفید ہے بقول مرتب کتاب دنیا کا ہر باپ یقیناً یہی پسند کرتا ہے کہ اس کی اولاد بدیوں کا عفریت نہیں، نیکیوں کا فرشتہ بنے جیت اور بے حیائی کی غلاظتوں میں لت پت ہونے کے بجائے اپنے وجود کو حسن ادب، حسن عمل اور حسن اخلاق کے زیوروں سے آراستہ کرے اور دنیا میں آوارگیٔ فکر و نظر کی خار دار وادیوں سے بچتا بچاتا، ماضی کی بھول بھلیوں سے نکل کر حال کے نشیب و فراز سے گزرتا ہوا زندگی کی اس حقیقی شاہراہ پر قدم رکھے جہاں حسن مستقبل کی تابناک منزل اس کی منتظر ہے۔

کتاب میں جو کچھ آپ پڑھیں گے اس میں اسی کی عکاسی نظر آئے گی۔

تقریر کیسے کریں : مؤلف مولوی محمد کاظم ندوی
پہلا حصہ ۸۰ صفحات اور دوسرا ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہے
قیمت حصہ اول تین روپیہ　دوم چار روپیہ
ناشر: مکتبۂ ایوب کاکودی،

مؤلف نے طلبہ میں تقریر و خطابت کی خداداد صلاحیتوں کو پروان چڑھانے اور اپنے مافی الضمیر کو موقع و مناسبت کے اعتبار سے اچھے اور دلکش انداز میں اپنے خیالات کو پیش کرنے اور مشق کے واسطے دو حصوں پر مشتمل اچھا نقش پیش کیا ہے جو ابتدائی درجات کے طلبہ کے لئے بہت مفید ہے۔ مؤلف کتاب نے مختلف دینی شخصیتوں مثلاً سیرت رسولؐ، سیرت خلفاء راشدین اور دینی موضوعات پر مثلاً توحید و رسالت، دیگر ارکان اسلام نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج وغیرہ پر نمونہ کی مختصر تقریریں آسان زبان میں پیش کیا ہے، شجاعت و شہادت، اسلامی مساوات پر نمونے کی تقریریں پیش کر کے طلبہ کے ذوق و شوق کو بڑھانے کی اچھی کوشش کی ہے۔ ان مضامین میں طلبہ آسانی کے ساتھ بولنے اور مشق کرنے کا سامان پائیں گے اور ان کی قوت گویائی اور افہام و تفہیم کی خوابیدہ صلاحیتیں ابھریں گی۔

تقریر و خطابت وقت کی ایک اہم ضرورت ہے اور ہمیشہ سے رہی ہے اس لئے اس کی طرف توجہ اور مشق و تمرین ازبس ضروری ہے۔ اس لئے یہ مختصر کتاب بڑی معاون و کارآمد ہو سکتی ہے۔

(شمس الحق ندوی)

بقیہ ص : ۱۵

کے ارضی خلافت کے تصور کے تحت جو اصول مرتب ہوتے ہیں وہ یہ کہ خدا کا حکم معاشرتی قانون۔ رسول کی شریعت، معاشرتی دستور اور انسانی خلافت معاشرتی تعمیر و فروغ اور ارتقا کا ذریعہ ہے۔ یہ آفاقی تصور اجتماعی زندگی کے طرز عمل پر اثر انداز ہو کر معاشرہ کو تمام معاملات کے فیصلوں کو اسلامی پیمانے میں ناپنے پر مجبور کرتا ہے۔ اسلام سیاسی نظام کو چلانے کا موقع صالح معتمد اور لائق و مستحق افراد کو بخشتا ہے، نالائق طالع آزما اور ضمیر فروش افراد کو نہیں پھر اسلام کا سیاسی نظام صرف مذہبی قدروں کے تقدس کی پاسداری نہیں کرتا بلکہ معاشرتی زندگی کی صحت مند روایتوں اور قابل احترام رشتوں کی قدر و قیمت کو پامال ہونے ہونے سے بھی بچاتا ہے۔

غرض اسلام کے معاشرتی نظام کا لب لباب یہ ہے کہ خدائے واحد کے بتائے ہوئے احکام کا انسانی زندگی کی اجتماعیت پر عملی نفاذ ہو تاکہ انسانی آبادی میں عقیدۂ توحید کے خطوط پر ایک ہی فکری اور عملی تصور فروغ پائے جس کے سہارے پورا معاشرتی زندگی میں باہمی میل جول، خلوص و محبت، ایثار و قربانی، عدل و مساوات مثبت قدروں کے رجحان اور منفی اقدار سے نفرت ایک دوسرے پر اعتماد دوسروں کے حقوق کے احترام مادیت پر انسانی اقدار کی فوقیت غیر طبقاتی تخیل انسانی ذمہ داریوں کے احساس رشتہ داروں سے ہمدردی و صلۂ رحمی کے جذبے اور محرکات فواحش نیز عوامل سیئات سے اجتناب کی خوشگوار فضا قائم ہو، ایسی خوشگوار و شاداب فضا جس سے معاشرتی زندگی خدائی نظام کی مضبوط رسی میں بندھی ہوئی سکون و اطمینان اور مسرت و شادمانی کے ساتھ سفر حیات طے کرتی رہے۔

★★

طلبہ کا صفحہ

محمد مبین رانچوی

اسلام کا معاشرتی نظام اور اس کے اساسی عناصر

قدرت نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس شریعت مطہرہ سے سرفراز فرمایا ہے وہ محمد خاتم النبیینؐ کے پیشرو تمام انبیاء و رسل کی مخصوص زمانے اور علاقہ کی اصلاح کے واسطے نازل کردہ شریعت الٰہی سے مختلف ہے۔ اسلامی شریعت مطہرہ میں پاکیزہ تصور کی ہمہ گیری تاثیر کی گہرائی اور روح کی سرمدیت ہے جو زمان و مکان کی قید سے آزاد ہو کر پورے معاشرے پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے اور معاشرتی زندگی کو روحانی و اخلاقی ضابطوں کی مستحکم اور مقدس کسوٹی پر کستی ہوئی تہذیب و تمدن کے بام عروج پر فاتحانہ پرچم لہرانے کی دعوت دیتی ہے وہ ایک خاندانی دائرے سے لے کر انسانی آبادی کی وسیع اجتماعیت کو اس کے فطری مقاصد اور ذمہ داریوں کا احساس دلا کر عائلی اور معاشرتی ضابطوں میں باندھ دیتی ہے۔

اسلام کے معاشرتی نظام کے تین اساسی عنصر ہیں جن کے ٹھوس اور روح پرور خمیر پر اسلام کا مثالی معاشرہ تیار ہوتا ہے جو فطری طور پر انسانی زندگی کے لیے ضروری اور اس سے مربوط بھی ہے وہ یہ ہیں:

۱۔ اخلاقی عمل کا تصور۔
۲۔ معاشی جد و جہد کی فکر۔
۳۔ سیاسی نظم و ضبط کا پاس و لحاظ۔

اسلام میں نظام اخلاق کا جو فطری اور معیاری تصور ہے وہ دوسرے مذاہب کے اندر عنقا ہے اسلام کے اخلاقی تصور کی تابناک خصوصیات تمام عقلی نظریات کے متعین کردہ نظام اخلاق کی خصوصیتوں سے ممتاز ہیں۔

مثلاً اسلام میں معاشرتی زندگی کی حیات آفریں ارتقائی کوششوں کی گنجائش تو ہے پر انسانی تلون مزاجی کے فکری دیوالیہ پن کی گنجائش نہیں کیونکہ اسلام کا اخلاقی معیار خدا کی وحدانیت اور آخرت، کائنات نیز حیات انسانی کی حقیقت کے صحیح خمیر سے تشکیل پاتا ہے۔

اسلام اخلاقی عمل کے ذریعہ معاشرے مثالی ڈھانچہ تعمیر کرنے کا حکم دیتا ہے وہ اخلاقی عمل کو معاشرے کی بھلائیوں کا ضامن اور معاشرتی برائیوں کا قلع قمع کرنے والا سمجھتا ہے۔ اخلاقی عمل یہ ہیں:

سچائی، ہمدردی، انصاف پسندی، امانتداری، فراخدلی، حیاداری، راست بازی، خود اعتمادی، پاکدامنی، احسان شناسی، بہادری، اولوالعزمی، بردباری وغیرہ وغیرہ۔

ان عمدہ خصلتوں کا شمار خیر میں ہوتا ہے اور یہ معاشرتی زندگی کی وہ مثبت قدریں ہیں جنھیں اسلام معروف سے یاد کر کے ان پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دیتا ہے اور واقعتاً انھیں مثبت قدروں میں معاشرتی زندگی کے وسیع تر اور تعمیری مفادات پنہاں ہیں۔ اس کے برعکس غیر اخلاقی عمل سے بچنے کی پرزور تلقین کرتا ہے۔ غیر اخلاقی عمل یہ ہیں:-

دروغ گوئی، ناانصافی، سنگ دلی، بے شرمی، چوری، ڈاکہ زنی، خونریزی، بدعہدی، قزاقی، خودغرضی، بدکرداری، رشوت خوری، ریاکاری، بہتان تراشی، مردم آزاری، بے اعتمادی، نااتفاقی، ہٹ دھرمی وغیرہ وغیرہ۔

ان کی گنتی ہمیشہ شر میں ہوتی رہی ہے اور انسانی زندگی کی ان منفی قدروں کو اسلام منکر کا نام دے کر ان سے اجتناب کا حکم دیتا ہے اور یقیناً انسانی زندگی کی یہ منفی قدریں ہیں جن سے معاشرتی بحران میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

اسلام نے اخلاقی حیثیت سے معاشرتی زندگی میں جسمانی اور روحانی ضرورتوں کو لازم قرار دے کر اس کی ٹھوس اور پائیدار راہ منزل بھی متعین کر دیا ہے۔ وہ جسمانی ضرورتوں کی تکمیل کی خاطر اس کے پیچھے آزاد و سرگرداں اور پریشان حال دوڑنے کی اجازت نہیں دیتا جیسا کہ انسانی تخیل کی تک و دو عصری مزاج و مذاق کے مطابق نفسانی تسکین کی خاطر گھٹیا اور تخریب کاری کے راستوں کی جانب قیادت کرتی رہی ہے۔ اسلام معاشرتی زندگی میں جسمانی راحت کے لئے مناسب اور متوازن راستے متعین کرتا ہے۔ وہ معاشرتی زندگی کے تعمیری ستون جنسی تعلق کو نکاح جیسے قابل احترام اور مستحکم معاہدے کے ذریعہ حلال سمجھتا ہے۔ اس کے ماسوا جنسی تعلق کی تمام شکلوں کو حرام ٹھہراتا ہے اس طرح معاشرے میں انسانی زندگی کو ایک دوسرے سے مربوط کرنے کا دائمی اصول بنا کر خوشگوار زندگی گذارنے کی تعلیم دیتا ہے جس سے پورے معاشرہ میں باہمی خیر خواہی کی صرف فضا ہی ہموار نہیں ہوتی بلکہ نسلی، قومی، لسانی، وطنی، اور ملکی تفریق کا خاتمہ ہو کر انسانی وحدت کا رجحان ابھرتا ہے۔ اسلام انسانی دلوں کے روحانی تقاضوں کو عبادات کے پاکیزہ عمل کے ذریعہ پورا کرتا ہے۔ اس روحانی عمل میں معاشرہ کی اجتماعی قوت ایمانی نقطۂ نظر کے ایک مرکز پر متحد ہو جاتی ہے جس سے ایک طرف معاشرتی قوت اپنے آپ کو ایک طاقتور لازوال اور ماورائی طاقت مطلق کی محتاجی اور دست نگری کا احساس کر کے ہمیشہ صرف ایک طاقت کے سامنے جھکتی ہے تو دوسری طرف روزانہ پانچ وقت جسم کو طہارت، دل کو صفائی، فکر کو بالیدگی ہی حاصل نہیں ہوتی بلکہ انسانی مساوات کا بے نظیر نمونہ بھی دیکھنے کو ملتا ہے جس سے پورے معاشرے کی ذہنی اور عملی تربیت ہوتی ہے اور جس سے معاشرتی تعلقات مزید استوار ہوتے رہتے ہیں، اور خشیت الٰہی کا تصور بڑھتا رہتا ہے۔ مختصر یہ کہ اسلام اخلاقی حیثیت سے شعبۂ زندگی کے پورے دائرے پر محیط ہے جس سے معاشرتی زندگی کو امن و آشتی، سکون و اطمینان، آسودگی اور طمانیت حاصل ہوتی ہے۔

اسلامی معاشرے کا دوسرا اساسی عنصر پوری اجتماعیت کی اقتصادی جد و جہد ہے۔ جس سے معاشرہ اجتماعی توازن و توافق کے ساتھ اپنی بقا اپنی نشو و نما اور اپنی ترقی جاری رکھ سکے۔ معاشی آسودگی کے بغیر نہ جسمانی اور دماغی امنگیں ابھر سکتی ہیں اور نہ ہی روحانی جذبات میں حرارت باقی رہ سکتی ہے۔ لہٰذا اس مصلحت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسلام انسان کو معاشی میدان میں تجارت، زراعت، صنعت و حرفت وغیرہ جیسی تدبیروں کو اپنانے کا حکم دیتا ہے اور ولقد مکنّٰکم فی الارض وجعلنا لکم فیھا معایش اور وابتغوا من فضل اللہ کا پاکیزہ تصور پیش کر کے کل کائنات کو میدان زیست و عمل قرار دیتا ہے اور اللہ کی رضامندی و خوشنودی کے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے جائز طریقوں سے حصول رزق پر اکساتا۔ اسلام معاشی عمل میں ان طبقاتی مفادات اور مصلحتوں کا قائل نہیں جن سے عالمگیر فکری و عملی تصادم ہی رونما نہیں ہوتا بلکہ معاشرہ مادی دائرے میں سکڑ اور سمٹ کر مادیت کا پجاری و غلام ہو کر رہ جاتا ہے جس کی مثال عصر حاضر کی اشتراکی اور سرمایہ داری نظام سے دی جا سکتی ہے۔ اسلام تمام انسانوں میں ذمہ دارانہ شعور ابھار کر معاشرتی مسائل حل کرنے کے ایسے طریقوں اپنانے کا حکم دیتا ہے جو معاشرتی زندگی کی تعمیر و ترقی میں ممد و معاون ثابت ہوں۔ اس طرح اسلام اقتصادی جد و جہد کو خوشحال اور فارغ البال معاشرہ کا ضامن تصور کرتا ہے۔ تاریخ شاہد ہے ارتکاز دولت یعنی ملکیت عامہ یا ثروت عامہ کی غیر منصفانہ تقسیم یا عدم تصرف اور عدم توازن کی صورت میں اجتماعی بگاڑ جنم لیتا ہے۔ اس لئے اسلام معاشرہ کو ایسے اقتصادی اصول پر کاربند رہنے پر مجبور کرتا ہے جس سے مالی پیداوار، انفرادی تصرف و ملکیت کے بجائے اجتماعی تصرف میں گردش کرتی ہے چنانچہ اسلام متعین و مستقل آئین کے تحت زکوٰۃ اور ٹیکس کے ذریعہ ایسے اقتصادی اداروں اور مالی شعبوں کے قیام کا داعی ہے جس سے حاجت مندوں اور حقداروں کو مالی امداد ملتی رہے تاکہ معاشرتی زندگی کی چول ہمیشہ اپنی مناسب اور خوشگوار جگہ پر جمی رہے۔

اسلامی معاشرہ کا تیسرا اساسی عنصر سیاسی نظم و ضبط کا احترام ہے اسلامی معاشرے میں سیاسی نظام کافی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس سیاسی نظام کی زمام قیادت خدائے واحد کے ہاتھ میں ہے جس کے قانون کی باگ ڈور کی گرفت انسانوں پر مضبوط ہوتی ہے جس سے انسانوں کو شاہراہ حیات میں اعتدال و توازن کے ساتھ بہتر رہنمائی ملتی ہے۔ اللہ کی وحدانیت، انبیاء کی رسالت اور انسان

(بقیہ ص ۱۴ پر)